والعصر ۝ ان الانسان لفی خسر ۝

جامعہ عثمانیہ کا ترجمان

العصر

پشاور

مدیر مسئول
مفتی غلام الرحمٰن

جون 2004ء ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

Scanned with CamScanner

آپ کی توجہ کیلئے !!

جامعہ عثمانیہ پشاور کے توسیعی منصوبہ میں حلقہ جلوزی علاقہ خٹک چراٹ روڈ نزد پبی میں پچپن کنال وسیع قطعہ اراضی پر دو ہزار طلباء کیلئے تدریسی، رہائشی اور دفتری عمارات کا مجوزہ نقشہ تیار ہو چکا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار نمازیوں کیلئے جامع مسجد ﴿عبداللہ ابن مسعود﴾ کے نام سے ایک وسیع اور خوبصورت مسجد بھی منصوبہ کا اہم حصہ ہے۔ سرسری جائزہ کے مطابق صرف مسجد پر (دو کروڑ) 2,00,00,000 روپے کی لاگت آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا پاک نام لیکر اس منصوبہ پر کام شروع کیا گیا ہے

کیا معلوم ؟ کہ آپ جیسے درددین رکھنے والے بے لوث خادم دین مسلمان کی حلال آمدنی میں سے کچھ حصہ اس کے لئے قبول ہو کر آخرت سنوارنے کا ذریعہ ثابت ہو۔ اس لئے آپ اس مقدس مشن میں اپنا حصہ نقد، سریا، سیمنٹ، باجری ریت یا عماراتی لکڑی کی شکل میں ڈال سکتے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس اہم خدمت کیلئے قبول فرمائے۔ آمین

شعبہ نشر و اشاعت جامعہ عثمانیہ پشاور

جامعہ عثمانیہ پشاور کا ترجمان

ماہنامہ

العصر پشاور

زیر سرپرستی

حضرت مولانا حکیم لطف الرحمٰن صاحب زید مجدھم

مجلس ادارت

مدیر مسؤل
مفتی غلام الرحمٰن

نائب مدیر
مولانا ذاکر حسن نعمانی

مجلس مشاورت

مولانا حسین احمد
مفتی نجم الرحمٰن

قانونی مشیر
نثار خان ایڈووکیٹ

جون 2004ء ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ جلد 10 شمارہ 6

فہرست مضامین

صدائے عصر	اداریہ	۲
محاسن القرآن	مفتی غلام الرحمٰن	۷
پیکر علم و عمل	مولانا حسین احمد	۱۷
مفتی نظام الدین کی شہادت اور بے مثال شخصیت	مفتی ذاکر حسن نعمانی	۲۵
حضرت شہید اور مسند حدیث	محمد فیصل چترالی	۳۰
بہت سی خوبیاں تھیں جانے والے میں	محمد فاروق غالب	۳۳
یادحیات	مولانا حسن جان	۳۷
اخبار الجامعہ	ابو رضوان	۴۶
تبصرہ کتب	احسان الرحمٰن	۵۵

پوسٹ بکس نمبر ۱۲۰۹ پشاور صدر۔ صوبہ سرحد پاکستان فون ۲۷۳۵۶۱-۰۹۱

پبلشر و دفتر مفتی غلام الرحمٰن نے وحدت پرنٹنگ پریس خیبر بازار پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ العصر جامعہ عثمانیہ، عثمانیہ کالونی نوتھیہ روڈ پشاور صدر سے شائع کیا

بدل اشتراک فی پرچہ 15 روپے / زرسالانہ اندرون ملک 125 روپے بیرون ملک 25 ڈالر کی قیمت

Scanned with CamScanner

صدائے عصر

آہ، مفتی نظام الدین شامزئی!!

معلوم نہیں کہ ۳۰ مئی ۲۰۰۴ء یا اس کے بعد حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی رحمۃ اللہ علیہ کی مصروفیات کیا تھیں؟ جو آپ کے طویل سفر پر روانہ ہونے سے ادھوری رہ گئیں۔ کن مدارس و مساجد یا دینی جماعتوں سے آپ کا وعدہ تھا؟ جس کے ایفاء سے آج آپ قاصر ہیں۔ کن دینی، قومی یا بین الاقوامی مسائل پر آپ بولنا چاہتے تھے۔ اور مناسب موقعہ کی تلاش میں تھے۔ لیکن آج آپ کی شہادت سے وہ مسائل تشنہ تعبیر ہیں۔

لیکن اتنا یقینی طور پر معلوم ہے کہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے لئے معمول کے مطابق مقررہ وقت پر نکل کر ﴿بخاری شریف﴾ کے درس دینے کا ارادہ مضبوط تھا۔ پھر یہ بھی اندازہ ہے کہ درس حدیث کے حوالہ سے آپ نے بخاری شریف کے رموز تک پہنچنے کے لئے حافظ ابن حجر کی ﴿فتح الباری﴾ اور قسطلانی اور یا شاہ انور شاہ کی ﴿فیض الباری﴾ کا مطالعہ کر کے سہارا لیا ہوگا۔ اگر مصروفیات ان بنیادی وسائل تک رسائی کے لئے رکاوٹ بنی ہوں تو کم از کم اپنے شیخ و مربی حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کی ﴿کشف الباری﴾ پر نظر ڈالی ہوگی۔ ارادہ نہ ہونے کے باوجود یہ نظر الوداعی ثابت ہوئی۔ گھر کے دروازہ سے نکل کر دار الحدیث تک پہنچنے کی فرصت مختصر سہی مگر حدیث کے استاذ کے لئے موقعہ غنیمت ہوتا ہے۔ اس میں غیر اختیاری طور پر معلومات کو ترتیب دینے کا ایک خاص موقعہ ملتا ہے تاکہ طلبہ حدیث کے سامنے حاصل مطالعہ پیش کرنے کا موقعہ آسان رہے۔ ممکن ہے آپ گاڑی کا دروازہ کھولتے ہی جب سیٹ پر بیٹھے ہوں تو درس کو ترتیب دینے میں مشغول ہوں۔ آج بخاری کے ترجمۃ الباب کے مقاصد کیا ہیں؟ شیوخ بخاری پر تخصص (پی ایچ ڈی) کرنے کی بناء پر آپ وسیع معلومات کے مالک تھے۔ اور اسماء الرجال کے حوالہ سے سند کے نشیب و فراز

آگاہ تھے۔ شاید آج کی بحث کے لئے آپ کے ذہن میں خاص رجال متعین ہوں اور متن حدیث پر پہنچ کر ترجمۃ حدیث اور حالات حاضرہ کی روشنی میں بحث کے لئے مسائل چن رہے تھے۔ اچانک رسوائے زمانہ (واذا انبعث اشقاها) یعنی منحوس نظریہ کے حامل منحوس ہاتھوں نے اپنے بنائے ہوئے منصوبہ بندی کو عملی جامہ پہناتے ہوئے گولی چلا دی۔ اور گولی کس پر چلا دی؟ جو کسی خانگی دشمنی میں ملوث نہیں تھا۔ وہ تو اپنے اور پرائے سب کے لئے اپنی طبیعت سے مجبور ہنس مکھ دوست تھا۔ جو کسی فرقہ وارانہ دہشت گردی میں ملوث نہ رہا۔ وہ تو اتحاد بین المسلمین کا صرف قائل نہیں بلکہ علمبردار تھا۔ وہ انتہاپسندی کے حق میں نہیں تھا بلکہ دوسروں کو اس سے دور رہنے کی ترغیب دے رہے تھا۔

ارے بدقسمت! اس کے باوجود تمہیں اپنی بدقسمتی کا احساس نہیں کہ تم نے بخاری کی حدیث کی وہ دلنشین تشریح ادھوری چھوڑ دی۔ جو چند لمحوں بعد مفتی نظام الدین دار الحدیث میں کرنے والے تھے۔ تم نے مہمانان رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ یعنی حدیث کے طلبہ کے دلوں پر کاری ضربیں لگائیں، جو کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں دعوی دائر کریں گے۔ تم نے تو جامعۃ العلوم الاسلامیہ کے مہتمم اساتذہ، خدام اور کارندوں کا ایک بار پھر امتحان لینے کی کوشش کی۔ جن کے سینے آج تک ڈاکٹر حبیب اللہ مختار مرحوم، مولانا عبد السمیع مرحوم اور حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی کے فراق سے زخمی ہیں۔ تم نے علوم نبوی کے عظیم سپوت حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو کتنی اذیت پہنچائی کہ تو نے اس کے گلستان سے ایک پھول نہیں توڑا بلکہ پھولوں کا گلدستہ چھین کر خزان کا سماں برپا کر دیا۔ تم نے صرف سلیم الدین، امین الدین، تقی الدین اور دوسرے بہن بھائیوں کو نہیں بلکہ ہزاروں تلامذہ، عقیدت مندوں اور متعلقین کو یتیم اور بے سہارا کر دیا جو خود اپنی جگہ فقہاء، محدثین اور مصنفین ہیں۔ ارے بدقسمت، تجھے ترس بھی نہیں آیا کہ تم یہ گولیاں کیوں چلاتے ہو۔ اس کا جرم کیا ہے؟ جس کی سزا اس کو مل رہی ہے۔ اس سے کون سا انتقام لیا جا رہا ہے۔ کہ گولی چلانے میں اتنی سنگدلی کا مظاہرہ کر رہے ہو۔ کیا تم نے زمینی حقائق یا قانون فطرت سے سبق نہیں سیکھا کہ (جیسا کرو گے ویسا بھرو گے)۔ آج نہیں تو کل سہی۔ تمہیں اس کی سزا ملے گی۔ میرا مقصد اس دنیا کی کچہری کا نظام مراد نہیں۔ جہاں جزا و سزا کا دار و مدار پولیس کے ایف آئی آر درج کرنے پر ہوتا ہے۔ بلکہ میری

Scanned with CamScanner

مراد اس سے احکم الحاکمین کا دربار ہے- جہاں دیر ہے اندھیر نہیں کا نظام کارفرما ہے- مجھے تمہاری بدقسمتی پر حیرانگی ہے کہ تم نے عالم دین کے قتل کا ذمہ دار بن کر قہر خداوندی کو دعوت دی ہے- ﴿من عادی لی ولیاً فقد اذنتہ بالحرب﴾ ابھی تمہیں انتظار کی گھڑیاں شمار کرنی ہوں گی انجام تک پہنچنا تمہارا مقدر ہے- یہ الگ بات ہے کہ ہم بھی تمہارا انجام دیکھ سکیں گے یا نہیں؟

حکومتیں عموماً معمولی واقعات پر حرکت میں آتی ہیں- یہ تو معمولی نہیں- بلکہ بہت بڑا واقعہ ہے- قاتلوں کی گرفتاری ہوتی ہے- آزادانہ کمیشن کے قیام کا مطالبہ کیا جاتا ہے تاکہ تخریبی ہاتھوں تک پہنچنے میں کامیابی حاصل ہو- لیکن میرے خیال میں حضرت مفتی نظام الدین شہید کی شہادت کے اس موقعہ پر یہ مطالبہ بے سود ہے- حکومتوں کی نااہلیت کا مشاہدہ کیجئے کہ ربع صدی سے کراچی کا امن تباہ کرنے والی قوتوں تک رسائی نہ ہوسکی- ملک کے وزیراعظم کا سگا بھائی ایسے ہی حالات کی ستم ظریقی کا شکار ہوا- وہ بے چاری صرف رونے پر اکتفا کرتی ہے- آرڈر، حکم نامے سب بے اثر رہے- ایک فقیر مزاج عالم کے سانحہ پر حکومت کیا حرکت میں آئے گی اور کیا کرے گی؟ حکمران جو بھی ہو خواہ بھاری مینڈیٹ کا دعویدار ہو یا عسکری حکمران، سب اس میدان میں بے بس نظر آتے ہیں- ممکن ہے کوئی اسے مقامی طور پر اٹھنے والی تنظیموں کی کاریگری سمجھے- کسی کو دہشت گردی اور انتہاپسندی سے جوڑنے کا موقعہ ملے- کوئی نادیدہ قوتوں کے کھاتے میں ڈال دے- اور کسی کا ذہن جہادی قوتوں کو ختم کرنے کا عزم لیکر صلیبی جنگوں کے علمبردار آقا بش کے شیطانی حربہ کی تکمیل سمجھے- جو بھی ہو مجھے اتنا یقین ہے کہ یہ ملک و مذہب کے دشمن ہیں- لیکن اگر کوئی ایک قوت ڈنکے کی چوٹ پر ذمہ داری قبول کرے تو موجودہ نظام کے تناظر میں ایسا ظلم برپا کرنے والوں کے ہاتھوں کو توڑنا ممکن نہیں بلکہ بدقسمت انگریز کے نوآبادیاتی نظام میں مجرم کو بھاگنے کے لئے کئی راستے کھولے جاتے ہیں- یہاں کے نظام میں ظالم سے تعاون اور مظلوم کو کچلنا عین انصاف ہے- فطری قانون کے سوا ہم کیا امید رکھیں-

میں حیران ہوں کہ حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی کی شہادت پر اتنا مغلوب الحال کیوں ہوں؟ وہ میرے استاذ نہیں تھے- کیونکہ مجھے کبھی آپ کے سامنے زانوے تلمذ تہہ کرکے رسمی شاگردی کا موقعہ نہیں ملا- تاکہ اپنے استاذ کی حیثیت سے آپ پر آنسو بہاؤں- وہ میرے ہم عمر بھی

نہیں کہ ہم سنی کا جذبہ لیکر آبدیدہ ہوں کیونکہ آپ ۱۹۵۲ء میں پیدا ہوئے جبکہ میری پیدائش ۱۹۵۴ء ہے اور یوں میں آپ سے دوسال چھوٹا ہوں- ہمارے دونوں کی جنم بھومی بھی ایک نہیں تاکہ بچپن کے کھیل کود کے حوالہ سے آپ کی رحلت پر چیخ چیخ کر روتا ہوں- کیونکہ علامہ شامزئی تحصیل مٹہ ضلع سوات کے ہیں- جبکہ میں بیلیاں علاقہ اگرور تحصیل اوگی ضلع مانسہرہ کا باسی ہوں- یہ بھی ثابت نہیں کہ مجھے اور آپ کو کسی ایک کتاب میں شرکت یا ایک مدرسہ میں پڑھنے کا موقعہ ملا ہو- آپ کو جامعہ فاروقیہ کے مادر علمی ہونے اور حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کے شیخ ہونے پر فخر تھا- جبکہ میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے نسبت اور حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ سے کی نظر شفقت اپنی زندگی کا قیمتی سرمایہ سمجھتا ہوں- آپ کو حضرت مولانا فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ اور حالاً حضرت نفیس شاہ صاحب سے شرف نسبت حاصل تھا جبکہ مجھے اپنے شیخ حضرت مولانا مفتی محمد فرید دامت حیاتہ کی دست بوسی اور قدم بوسی پر فخر حاصل ہے-

ہاں یہ ضرور ہے کہ کراچی کے سفر میں آپ سے ملاقات کے لئے وقت نکالنے کی کوشش کرتا اور ایک آدھ گھنٹہ شرف ملاقات سے نوازتے- وفاق کے اجلاسوں میں ملاقاتیں ہوتیں اور کبھی کبھار کانفرنسوں یا اجتماعات میں ملنے کی سعادت ملتی- لیکن آپ کے فراق پر باطنی کیفیت کی شدت کے لئے یہ ایک آدھ ملاقات یا راستہ میں چلتے چلتے ملنے کو سبب قرار دینا مشکل ہے- مجھے یقین ہے کہ اگر شہادت سے کچھ مدت قبل پشاور میں اقراء روضۃ الاطفال کے سالانہ پروگرام میں آپ کی شرکت نہ ہوتی تو شاید میں اتنا زیادہ متاثر نہ ہوتا- کیونکہ اس موقعہ پر آپ جب تشریف لائے تو آپ نے اپنے شاگرد رشید حضرت مولانا حسین احمد استاد حدیث و ناظم تعلیمات جامعہ عثمانیہ پشاور کو اطلاع دیکر خود جامعہ عثمانیہ آنے کی خوشخبری سنائی- کیا معلوم؟ کہ وہ اپنے عقیدت مندوں، تلامذہ اور جامعہ کے دورہ حدیث طلباء کو بخاری کی ابتدائی حدیث کا درس دیکر الوداعی سلام کرنے آئے ہیں- اس موقع پر آپ کے چوبیس گھنٹوں کی علمی مصروفیت اگر جامعہ میں نہ ہوتی- شاید مجھے آپ کی خوبیوں کا اندازہ نہ ہوتا- نہ میں آج آپ پر اتنا روتا اور نہ وفات کی خبر پر دلی صدمہ کا شکار رہتا- میں نے آپ کو علم کا بحر عمیق پایا- آپ کی نشست و برخاست میں جمال نبوی کا عکس بکھرا- طلبہ سے آپ کی محبت، درس حدیث

Scanned with CamScanner

میں روانگی اور سامنے بیٹھے ہوئے شرکاء کی نفسیات کا احساس کرکے ایک ماہر استاد پایا۔ ملکی اور بین الاقوامی مسائل پر گفتگو کرتے ہوئے باخبر سیاستدان پایا۔ اس دوران بعض فقہی مسائل پر بحث کرتے ہوئے مجھے آپ میں ایک مفتی ہونے کی حیثیت سے وہ تمام خوبیاں نظر آئیں۔ جن سے فقہاء کی نظر میں ایک مفتی کی شخصیت بنتی ہے۔ جس میں مسئلہ پر گہری نظر، معاشرتی حالات کا ادراک، اعتدال پسندی، جذبات سے ہٹ کر سوچ وفکر سے مسئلہ پر غور وخوض اور تقوی ودیانت سرفہرست ہیں۔

مجھے بحیثیت مسلمان تقدیر کے فیصلہ پر پختہ یقین ہے۔ کہ لاکھوں تدابیر سے تقدیر کا فیصلہ نہیں بدلا جا سکتا ہے۔ جہاں مقرر ہو وہی جگہ مقرر ثابت ہوتی ہے۔ میں اس کا بھی قائل نہیں ہوں کہ آپ کے جانے سے جو خلا پیدا ہوا ہے۔ وہ کبھی پر نہیں ہوگا۔ خدا کرے کہ آپ کے بیٹے سلیم الدین، امین الدین اور تقی الدین صحیح جانشین ثابت ہوکر یہ خلا پر کریں۔ ورنہ آپ کے ہزاروں تلامذہ میں ایک نہیں سینکڑوں مفتی نظام الدین پیدا ہوں گے۔ جو جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے دارالحدیث کی رونق کو دوبالا کریں گے اور جامعہ فاروقیہ کا نام روشن کریں گے۔ کیونکہ اللہ تعالی اپنے مقدس دین کی خدمت کے لئے رجال کار پیدا کرکے قیامت تک اس دین کو باقی رکھنے کا وعدہ کر چکے ہیں۔ جس کا ہونا اٹل فیصلہ ہے۔ اس کے خلاف نہیں ہوسکتا۔

لیکن مجھے سوات کے پسماندہ علاقہ سے تیس سال قبل اٹھنے والا نوجوان نظام الدین جو زندگی کے ۵۲ سال پورے ہونے پر مفتی اعظم پاکستان، شیخ الحدیث عالمی مسائل پر گہری نظر رکھنے والے مدبر، سیاستدان اور کھلی پیشانی والا ہنس مکھ چہرے کا مالک قدآور عالم دین زخمی بیٹے سلیم الدین کا والد نہیں ملے گا۔ جس جہاں کے لئے اس کی تخلیق ہوئی تھی۔ وہی پہنچ کر خوش وخرم ہیں اور فرحین بما اتھم اللہ من فضلہ ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم من خلفھم الا خوف علیھم ولا یحزنون o یستبشرون بنعمۃ من اللہ وفضل وان لله لا یضیع اجر المؤمنین o کی صداؤں سے علمی حلقہ کو درس استقامت دے رہے ہیں۔ اس لئے آپ کی رحلت اور جدائی پسماندگان کے حق میں المناک سہی لیکن خود آپ کے حق میں مبارک ہے۔ کیونکہ یہ عام موت نہیں بلکہ شہادت ہے۔ ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی و کل شی عندہ باجل مسمی۔

مفتی غلام الرحمن

یا یھا الذین امنوا کلوا من طیبت ما رزقنکم واشکروا اللہ ان کنتم ایاہ تعبدون o انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل بہ لغیر اللہ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم o

ترجمہ ۔ اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو دی ہیں بے تکلف کھایا کرو۔ اگر تم اللہ تعالی کی عبادت کرنے کے دعویدار ہو تو اس کا شکریہ ادا کرو۔ بے شک اس نے تم پر مردار، خون، سور کا گوشت، اور غیر اللہ کے نام سے نامزد کیا ہوا حرام کیا ہے البتہ جو شخص مجبور ہو بغیر حکم عدولی اور حد سے بڑھ جانے کے کھائے اس پر کوئی گناہ نہیں بے شک اللہ تعالی بخشنے والا مہربان ہے۔

محاسن ۔ مسلمانوں سے خصوصی خطاب ہے۔ گذشتہ آیات میں عام لوگوں کو مخاطب کرکے حلال خوری کی ترغیب کے ساتھ شیطان کے حربوں سے بچنے کی وصیت کی لیکن یہاں پر طیبات کے ساتھ ﴿من﴾ تبعیضیہ لاکر یہ کہا گیا کہ یہ ضروری نہیں تمام حلال چیزیں کھائی جائیں۔ بلکہ چاہئے کہ یہ حلت بعض تک محدود رہے۔ خاص کر کسی کی ملکیت میں دخل اندازی کی بجائے حلال اشیاء کا استعمال اپنی ملکیت سے متجاوز نہ ہو۔ پھر یہ بھی ظاہر کیا گیا کہ حلال چیزوں کھانے سے عبادت کا ذوق پیدا ہوگا اس لئے اللہ تعالی کا شکریہ ادا کرنا اپنی زندگی کا مقصد قرار دو۔ اگر واقعی تم لوگ صرف اللہ تعالی کی عبادت کے دعویدار ہوں۔

شرک فعلی کے ضمن میں یہ بتایا گیا جن چیزوں کو تمہارے معبودوں نے حرام ٹھہرایا ہے۔ وہ حرام نہیں۔ حلال ہیں۔ بلا ٹوک کھایا کرو۔ البتہ محرمات کی ایک مختصر فہرست دی گئی کہ ان چیزوں سے پرہیز کیا کرو۔ آیات میں دو متضاد فہرستوں کا موازنہ ہے۔ اس لئے عربی ذوق کے مطابق قصر

Scanned with CamScanner

(تخصیص) کا انداز اپنایا گیا کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ محرمات کا دائرہ صرف ان چیزوں تک محدود ہے- ان کے علاوہ بھی کئی چیزیں حرام ہیں لیکن مشرکین کے خودساختہ محرمات سے انکار کے بعد ان چیزوں کی فہرست مسلمانوں کو تھمادی گئی جنہیں مشرکین حلال سمجھ رہے تھے-

محرمات کی فہرست:

اس آیت کی رو سے مسلمانوں پر چار چیزیں حرام کردی گئی ہیں-

(۱) میتۃ: شریعت کی رو سے ﴿میتۃ﴾ اس حیوان کو کہا جاتا ہے جو یا تو بالکل ذبح نہ ہو ویسے مرجائے اور یا ذبح ہو لیکن دستور شرعی کے مطابق نہ ہو- بسا اوقات اس سے تعبیر ﴿مردار﴾ سے ہوتی ہے سورہ مائدہ میں میتۃ کے علاوہ کئی دوسرے حیوانات کو بھی اس فہرست میں جگہ دی گئی ہے- جو شریعت کے دستور پر پورے نہیں اترتے ہیں- جو حیوان اللہ تعالی کے نام لئے بغیر ذبح کیا جاوے اس کا کھانا جائز نہیں- بات صرف کھانے تک محدود نہیں بلکہ مردار جانوروں کے گوشت کی خرید وفروخت بھی جائز نہیں- فقہاء کرام فرماتے ہیں اگر کتے کو مردار حیوان کھلانا مقصود ہو تو یہاں سے اٹھا کر لے جانے کی بجائے کتے کو لاکر اس گوشت کے پاس چھوڑا جائے تاکہ وہ خود اپنی ضرورت پوری کر کے کھا سکے- مردار کی کھال دباغت سے پہلے فروخت نہیں کی جاسکتی- البتہ دباغت کے بعد چمڑا قابل استعمال ہو کر اس کی خرید وفروخت جائز ہے-

(۲) خون: اس سے ﴿دم مسفوح﴾ یعنی بہنے والا خون مراد ہے جو حیوان کی رگوں میں رواں دواں رہتا ہے- نجس اجزاء کے اختلاط کی وجہ سے یہ خون حرام ٹھہرایا گیا- البتہ جو خون گوشت کے ساتھ ہو یا جم کر کلیجی کی شکل میں ہو اس کا کھانا حلال ہے- کیونکہ وہ خون نہیں بلکہ گوشت کی حیثیت اختیار کرگیا ہے- انسان طبعی طور پر درندگی سے نفرت کرتا ہے- اس لئے خونخواری سے منع کیا گیا- خونخواری سے انسان میں دوسری بیماریوں کے علاوہ شقاوت قلبی پیدا ہوتی ہے- جس سے رقت، نرمی اور احسان کا جذبہ باقی نہیں رہتا- یہ الگ مسئلہ ہے کہ آج کل طبی میدان میں انسان کو خون کی ضرورت پڑتی ہے- آپریشن تھیٹر کی درخشانی اور کارکردگی میں خون ہی کا بنیادی کردار ہے- چونکہ تاحال کسی مشین کے

ذریعہ اس کی پیداوار نہیں پائی جاتی - اس لئے انتقال خون کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایک انسان خون کی قربانی دے- چونکہ خون انسان کے بدن کا ایسا جزء ہے جو انتقال سے ختم نہیں ہوتا بلکہ بار بار پیدا ہوتا ہے- اس لئے دودھ کی طرح خون کا انتقال بھی جائز ہے اور نجس ہونے کے باوجود دوسرے انسان کے لئے علاج کے طور پر ضرورت کی بنیاد پر اس خون کا استعمال جائز ہے- تاہم انسانی معاشرہ میں خون کے کاروبار کو ترویج دینے کی بجائے بغیر کسی معاوضہ کے خون ایک دوسرے کو دینا چاہئے- فن طب سے وابستہ حضرات عموماً اس کی ترغیب دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خون کسی کو دینے سے کم نہیں ہوتا بلکہ قدرتی طور پر اس کی کمی پوری ہوتی ہے-

اور اگر کوئی شخص اپنا خون بدن میں محفوظ کرنا چاہے تو یہ ممکن نہیں بلکہ کچھ مدت بعد فضلہ خون ضائع ہو کر اس کی جگہ نیا خون پیدا ہوتا ہے- اس لئے معاشرہ میں اس جذبہ کو فروغ دینا چاہئے کہ انسان کا خون دوسرے انسان کی ضرورت بغیر معاوضہ کے پوری کرے تاہم جہاں کہیں خون کی ضرورت بغیر کسی معاوضہ کے پوری نہ ہو تو پھر مجبوراً خون قیمتاً سے خریدا جاسکتا ہے-

خنزیر کا گوشت:

بعثت نبوی سے قبل عرب کے معاشرہ میں کھانے کے لئے کوئی خاص معیار مقرر نہیں تھا جو چیز ہاتھ آتی غنیمت سمجھتے - خنزیر کے گوشت کے کھانے کا رواج عام تھا - اس کی نجاست اور مضرت رسانی کو مدنظر رکھتے ہوئے شریعت نے حرام ٹھہرایا - چونکہ اس میں مقصودی چیز گوشت ہے - اس لئے ﴿لحم الخنزیر﴾ سے اس کا تذکرہ کیا گیا ورنہ خنزیر کے تمام اجزاء حرام ہیں - حرمت صرف گوشت تک محدود نہیں - یہی وجہ ہے کہ خنزیر کا کاروبار بھی ناجائز ہے - اس کی خرید وفروخت بیع باطل ہو کر ناجائز ہو جاتی ہے - نجس العین ہو کر اس سے کسی قسم کے استفادہ کی اجازت شریعت نہیں دیتی -

(۴) غیر اللہ کے لئے نامزد حیوان:

عرب کے مشرکانہ عقائد میں یہ شامل تھا کہ وہ ہنود کی طرح معبودان باطلہ کی خوشنودی کے لئے حیوان نامزد کرتے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو غیر اللہ کو تقرب کے لئے یہ حیوان ذبح کرتے اور ذبح

Scanned with CamScanner

کرتے وقت معبودان باطلہ کا نام لیتے تھے۔قرآن نے اس کو ﴿ما اهل لغیر الله﴾ کہہ کر حرام قرار دیا یہ صرف اس وقت کی بات نہیں بلکہ آج کل بھی کئی سادہ لوح مسلمان ایسے مشرکانہ عقائد اور اعمال کا شکار ہیں۔کچھ لوگ بزرگوں کے نام نذر ونیاز دیکر خالق حقیقی بھول جاتے ہیں۔اور غیر اللہ کی خوشنودی کے لئے حیوانات ان کے نام نذر کرنا تقرب کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔حالانکہ اس کے شرک ہونے میں کوئی شک نہیں۔کسی کے نام نذر ونیاز دینا عبادت ہے۔اور یہ اللہ تعالی کے علاوہ مخلوق کے لئے جائز نہیں جو لوگ ایسی جرات کرتے ہیں۔غیر اللہ کے نام کوئی حیوان یا جنس نذر کریں تو مشرکانہ نحوست کی وجہ سے یہ چیز قابل استعمال نہیں رہتی۔اگرچہ ذبح کے وقت اللہ تعالی کا نام ہی کیوں نہ لیا جائے۔بلکہ ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیکر ذبح کئے ہوئے حیوان کی حرمت میں کوئی شک نہیں وہ شرعی ذبح نہ ہونے کی وجہ سے ﴿میتة﴾ کے زمرہ میں شامل رہتا ہے۔﴿ما اهل لغیر الله﴾ صرف حیوانات تک محدود نہیں بلکہ دوسری چیزیں بھی اگر غیر اللہ کے نام نذر کی جائیں تو ان چیزوں کا کھانا حرام ہے۔ایسی چیزیں گندی ہیں۔اس لئے مزارات پر پکائی ہوئی چیزوں کے کھانے سے احتراز کرنا چاہئے۔معلوم نہیں کہ لوگوں نے کیا کچھ نذر کرکے لنگر کے حوالہ کیا ہے بلکہ عموماً لوگ بزرگوں کی منتیں مان کر مجاوروں کے حوالہ کرتے ہیں۔اللہ تعالی کے نام پر نذر سے نابلد ہوتے ہیں۔اولیاء اللہ کے بارے میں خود ساختہ عقائد بنا کر ان کی خوشی کے لئے نذر ونیاز دیتے ہیں۔ہاں اگر کوئی شخص اللہ تعالی کے نام نذر مان کر مجاوروں کو فقیر جان کر کھلاتے ہیں۔کسی مزار کے پاس خیمہ زن لوگوں کو غریب کے لبادہ میں دیکھ کر صدقات واجبہ کا مصرف سمجھتے ہوئے نذر دیتے ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔یا ویسے ایک شخص اللہ تعالی کی رضا اور خوشنودی کے لئے کسی مدرسہ کی طرح کسی خانقاہ میں پناہ لئے ہوئے لوگوں کی خدمت کرے تو اس کو غیر اللہ کا نذر نہیں کہا جا سکتا۔

غیر اللہ کی منت کی حرمت میں بنیادی کردار منت ماننے والے کے جاہلانہ عقیدہ کا ہے۔ورنہ حیوان جب اللہ تعالی کا نام لیکر ذبح ہو یا دوسری حلال چیزیں نذر ہوں۔بذات خود ان میں کوئی خبث نہیں۔غیر مسلم ہنود یا مشرکین سے گلہ یا شکوہ نہیں ان کا عقیدہ تو شرک پر مبنی ہے۔لیکن اللہ تعالی کی توحید کا درس دینے والے مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ خالق کائنات کو چھوڑ کر مخلوق کو اس کے ساتھ

شریک ٹھہرا دیں۔اس لئے ایسے باغیانہ عقیدہ رکھنے کی صورت میں معافی کی صورت توبہ کے بغیر ممکن نہیں۔یہ اللہ تعالی کی غیرت کا سوال ہے کہ وہ اپنی صفات میں کسی کو برداشت نہیں کرتا۔نذر ونیاز عبادت کا حصہ ہے جو غیر اللہ کے لئے ناجائز اور حرام ہے۔یہاں ضمنی طور پر ایک سوال اٹھتا ہے کہ غیر اللہ کے نذر ونیاز کا خبث کیا کسی وقت الگ ہو سکتا ہے یا نہیں۔یعنی اس شخص کے توبہ نکالنے سے غیر اللہ کے نام نذر کئے ہوئے حیوان کے بارے میں عقیدہ بدل جائے تو کیا اس سے حیوان حلال ہوگا یا نہیں؟ عام فقہی قواعد کی رو سے خبث کا تقرر حیوان کے ذبح پر ہوتا ہے۔اور کھانے کی چیزوں میں کھانے تک ہوتا ہے۔جب حیوان ذبح ہوا اور چیزیں فنا ہوں تو فساد متقرر ہو کر نا قابل زوال رہتا ہے ورنہ اس سے قبل زوال ممکن ہے۔اس لئے ذبح سے قبل اگر کوئی شخص توبہ نکالے اور جا کر متعلقہ لوگوں سے کہہ دے کہ تم گواہ رہنا میں نے اس حیوان یا اس چیز کے بارے میں غیر اللہ کے نام پر نذر کا غلط عقیدہ رکھ کر اس سے توبہ کی ہے اور ابھی میں اصلاح عقیدہ کر کے یہ حیوان یا یہ چیزیں اللہ تعالی کے نام نذر کرتا ہوں تو بظاہر خبث کا ٹھہرنا مشکل ہے۔البتہ مجاوروں کے ہڑپ کرنے کے بعد اس کی اصلاح ممکن نہیں البتہ شخص توبہ نکال کر اپنے عقیدہ کی اصلاح کرے۔ایسے عقائد میں زیادہ تر جہل اور دین سے ناواقفیت کار فرما رہتی ہے۔ورنہ دین اسلام کے مقدس اور پاکیزہ عقائد رکھ کر سمجھنے والا کبھی یہ برداشت نہیں کرتا کہ وہ غیر اللہ کے نام نذر ونیاز کرے۔

بے بسی کے اثرات اور اسلام کا مشفقانہ رویہ:

قرآن نے محرمات قطعیہ کی فہرست تھما کر مسلمانوں کو اس کے قریب جانے سے منع کیا لیکن اس کے ساتھ بے بسی اور ناچاری کے وقت رخصت کی گنجائش پیدا کی گئی۔عام حالات میں حلال اور حرام کی تمیز مسلمان کی اخلاقی اور مذہبی ذمہ داری ہے۔لیکن مجبوری کے وقت اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا گیا کہ ایسے وقت سے فائدہ اٹھا کر اگر کوئی شخص زندگی کے تحفظ کی خاطر محرمات کھائے تو اس پر گناہ نہیں کیونکہ اللہ تعالی اپنی مخلوق پر نہایت مہربانی کرنے والا اور گناہ بخشنے والا ہے۔قرآن کے اسلوب کو سامنے رکھتے ہوئے یہ استثنائی صورت چند شرائط کے ساتھ مشروط ہے۔عام حالات سے استثنائی صورت ممتاز ہو سکے۔یہ کئی شرائط ہیں۔

Scanned with CamScanner

(۱) بے بسی کا یقینی ہونا:

استثنائی صورت کے لئے مطلق یہ کی بے بسی اور ناچاری کا یقینی ہونا ضروری ہے
شخص دشت و بیابانات میں سفر کر رہا ہو یا ایام قحط ہوں۔ سمندر یا ہوائی طویل سفر پر روانہ ہوا ہو
حلال چیزیں نہ ہوں اور اس کو یہ بھی متعین ہو کہ حلال چیزوں کی دستیابی میرے لئے ممکن نہیں
زندگی خطرہ میں ہے، یا کسی بیماری کا شکار ہو کر ماہرین ایسی دوائی تجویز کرے جس میں محرمات کا
عنصر شامل ہو اور اس کے بغیر بیماری کا علاج ممکن نہ ہو۔ ایسا ہی کہ کسی ظالم حکمران کے مظالم کا
کر محرمات کھانے پر مجبور کرے تو ایسی حالت استثنائی صورت ہے۔ اس میں محرمات کے کھانے
گنجائش پائی جاتی ہے۔

(۲) ضرورت کے دائرہ تک تحدید:

اضطرار کی حالت میں گنجائش اس سے مشروط ہے کہ یہ صرف ضرورت کے دائرہ تک محدود رہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ گنجائش سے استفادہ کر کے ضرورت سے متجاوز ہو۔ قرآن نے اس کی طرف ﴿غیر باغ﴾ سے اشارہ کیا کہ حد سے زیادہ تجاوز نہ کرے۔ حالات کو سامنے رکھتے ہوئے جس سے اس کی زندگی کا تحفظ ہو۔ وہی اقدام کرے اور آگے قدم رکھنے کی کوشش نہ کرے

(۳) عادت نہ بنائے:

تیسری شرط ﴿ولا عاد﴾ ہے یعنی اس کو عادت بنانے سے پرہیز کرے۔ لہذا اگر کوئی
کسی ملازمت کے دوران ان حالات سے دوچار ہو کر حرام چیزوں کے کھانے پر مجبور ہو
مخمصہ سے نکلنے کے بعد آئندہ کے لئے ایسی صورت کے مقابلہ کے لئے بندوبست کرے۔ ایسا نہ
پھر بھی ایسی حالت کے انتظار میں ہو کر حرام کھانے پر اقدام کرے۔

بعض علماء کے نزدیک استثنائی صورت سے استفادہ کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ وہ
نافرمانی اور باغیانہ رویہ سے عاری ہو لہذا کوئی نافرمان، باغی، سرکش اور بھگوڑے اس رخصت
مستحق نہیں کیونکہ جو لوگ معصیت کے شعبہ سے وابستہ ہوں اور ایسی استثنائی صورت

جرمانہ کردار کو حوصلہ ملے یا اس سے اس کی آبیاری ہو تو شریعت ایسے جرائم کی حوصلہ افزائی کی جانب کے انسداد کے لئے کوشاں ہے۔ اس لئے ایسے شخص کو یہ رعایت دینا اس کے جرم کی حوصلہ افزائی کے مترادف ہے۔

غیر مسلم ممالک سے درآمد اشیاء کا حکم:

حالات کی تبدیلی سے آج کل یہ مسئلہ خاص درجہ تک تشویش ناک ہے کہ کوئی ضابطہ نہ ہونے کی وجہ سے اسلامی ممالک میں ذبیحہ کے اسلامی ہونے میں احتیاطی پہلو کی رعایت مفقود نظر آتی ہے۔ ایسا ہی دنیا کا ایک گاؤں بن جانے کی وجہ سے تیار گوشت اور مرغ آسانی سے ایک دوسرے ممالک درآمد ہوتے رہتے ہیں بلکہ بعض دوسری اشیاء میں حرام چیزوں کے خلط کا شبہ ہوتا ہے۔ ایسے وقت حالات سے آگاہی ضروری امر ہے۔ خاص کر علماء کرام اپنا فریضہ جان کر وقت کی ضروریات سمجھیں اور جہاں کہیں ضرورت پڑے تو متبادل بے غبار صورت کی نشاندہی کریں۔ تا کہ اسلامی معاشرہ زبوں حالی سے بچے۔ عام طور پر یہ سمجھنا چاہئے کہ اگر کسی با اعتماد ذریعہ سے یہ اطمینان حاصل ہو کہ یہ مذبوحہ اسلامی ہے یا اس چیز کے خام مال میں حرام عنصر شامل نہیں۔ خدا کرے کہ یہ ڈبہ پر لکھے ہوئے فارمولا سے اندازہ ہو سکے تو ایسی صورت میں کھانے میں کوئی حرج نہیں یا کسی کمپنی کے بارے میں معلوم ہو کہ یہ اسلامی معاشرت کی رعایت کر کے مسلمانوں پر حرام چیزیں نہیں کھلاتی ہے تو پھر کھانا جائز ہے ورنہ غیر مسلم کے ہاتھوں کے مذبوحہ خاص کر وہ کمپنیاں جن کے مالک یہود ہوں جو رات و دن ایک کر کے مسلمانوں کی معاشرت تباہ کرنے کے درپے ہوں۔ ایسی کمپنیوں کی بنائی ہوئی چیزوں کے بارے میں جب تک حلال ہونے کا یقین نہ ہو تو بے احتیاطی مناسب نہیں۔ البتہ جن مصنوعات کے بارے میں اس کا احتمال نہ ہو تو مسلم اور غیر مسلم دونوں کے ہاتھوں سے بنائی ہوئی مصنوعات استعمال کی جا سکتی ہیں۔ بہر حال کھانے پینے کی چیزوں کا معاملہ نازک ہے۔ ایسا نہ ہو کہ دشمن شہد کا لیبل لگا کر مسلمانوں کو زہر کھلانے میں کامیاب ہو۔

ان الذین یکتمون ما انزل الله من الکتب ویشترون به ثمنا قلیلا اولئک مایاکلون فی بطونھم الا النار ولا یکلمھم الله یوم القیامة ولا یزکیھم ولھم عذاب الیم o

Scanned with CamScanner

اولئک الذین اشتروا الضلالة بالهدی والعذاب بالمغفرة فما اصبرهم علی النار ذلک بان الله نزل الکتب بالحق وان الذین اختلفوا فی الکتب لفی شقاق بعیدہ

ترجمہ - جن لوگوں نے معمولی دنیا کو ترجیح دیکر اللہ تعالی کے نازل کردہ مقدس حکم نامہ کو چھپایا یہ لوگ جہنم کی آگ سے پیٹ بھرتے ہیں - روز قیامت میں اللہ تعالی ان سے مہربانی کی بات نہیں کرے گا - اور نہ جنت لے جانے کے لئے ان کو پاک کرے گا ان کے لئے دردناک عذاب ہے - یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلہ گمراہی اور بخشش کے مقابلہ میں عذاب کو ترجیح دی - تعجب ہے ان لوگوں پر جو جہنم جانے کو تیار ہیں - یہ سب کچھ اس کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالی نے اظہار حق کے لئے جو حکم نامہ بھیجا ان لوگوں نے اس سے اختلاف کر کے کھلی دشمنی پر اتر آئے -

محاسن - حلال اور حرام کی فہرست دیکر علمی طبقہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو سمجھائیں - لیکن بسا اوقات ذاتی مفادات کا تحفظ انسان کو لے ڈوبتا ہے - یہود کو اسلام کی حقانیت معلوم تھی - پھر بھی انہوں نے مفادات کے تحفظ کے پیش نظر دین دشمنی کو اپنا مقصد حیات بنایا - عبداللہ ابن ربی کی دین دشمنی کس سے مخفی نہیں - اس میں محض مفادات کے فوت ہونے کا غم کارفرما ہے - ممکن ہے کہ آج کل بھی لوگ حقیقت واضح جانے کے باوجود اپنے مفادات کی وجہ سے کھل کر اظہار نہ کر سکیں اس لئے قرآن نے ان ایات میں علمی طبقہ کو خبردار رکھنے کے لئے حق چھپانے کے جرم سے پردہ چاک کیا - جو لوگ اللہ تعالی کے واضح احکام دنیا کے معمولی مفادات کی خاطر چھپائیں - یہ جہنم کی آگ پیٹ میں ڈالنے کے مترادف ہے - ایسے مجرم چونکہ کسی نرمی کے مستحق نہیں - اس لئے یہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالی کی مہربانی سے محروم رہیں گے ان سے لطف و کرم کی کوئی بات ہوگی اور نہ ان کو جہنم سے نکلنے کا موقعہ فراہم کیا جائے گا - بلکہ دردناک عذاب ان لوگوں کے لئے ہوگا - یہی وہ لوگ ہیں جو دیدہ دانستہ ہدایت کے بدلہ گمراہی اور بخشش کی جگہ عذاب کو ترجیح دیتے ہیں - یقیناً ایسی جرات کر کے یہ لوگ جہنم میں چھلانگ لگا رہے ہیں - معلوم نہیں کونسا جذبہ ہے جو ان لوگوں کو جہنم پر قناعت کا درس دے رہا ہے -

ضمیر فروشی کا مکروہ دھندہ:

حق و باطل یا ظلم و انصاف کا امتیاز بھی ایک مشکل مرحلہ ہے - لیکن حقیقت پسندی اس سے مشکل ہے - یعنی عموماً ایک انسان پر حقائق کھل جاتے ہیں - اچھے برے کا تمیز ہو جاتا ہے لیکن اس کا اظہار بڑے دل گردے کا کام ہے - ذاتی مفادات، پارٹی اور قومیت یا خوف وڈر کی وجہ سے حق کو حق اور باطل کو باطل کہنے کی جرات نہیں کر سکتا ہے - کبھی سیاسی مصلحت کا شکار ہو کر زبان بندی ہوتی ہے - ایسے موقعہ پر انصاف پسندی اور حقیقت پسندی کے لئے ایک آزاد ضمیر کی ضرورت ہے -

جو مفادات کے قید و بند کا تصور نہیں رکھتا ہو - اس سے آزاد ہو کر وہ اپنے خالق و مالک کی رضا کے عوض دنیا کی کسی منفعت پر راضی نہ ہو - قرآن ان آیات میں ضمیر فروشوں کے لئے تخویف کا تذکرہ کر کے مسلمانوں کو ایسے دھندہ سے دور رہنے کا سبق دیتا ہے کیونکہ ضمیر فروشی سے انسان اپنی قدر و قیمت کھو دیتا ہے - اگر ضمیر زندہ ہو تو دنیا کی رعنائی اور تر و تازگی اس کے سامنے ماند پڑ جاتی ہے - وہ دنیا کے نرغہ میں آنے کی بجائے دنیا کو ٹھوکر دیکر اپنی پرواز بلند رکھتا ہے - لیکن جو شخص کسی معمولی معاوضہ کی خاطر ضمیر کو دبانے کی کوشش کرتا ہے وہ بے وفائی کا عادی بن کر جہنم جانے کے لئے تیار رہتا ہے - جہاں اس سے بے رحمانہ سلوک ہو کر مہربانی کے رویہ سے محروم رہے گا -

چوری اور سینہ زوری کی سزا:

تخویف اخروی میں جس الم ناک سزا کی تعین کی گئی اس سے یہ سوال اٹھتا ہے کہ محدود جرم کے عوض ایسی طویل سزا دینا جس میں مہربانی کی ادنی نظر بھی نہ ہو - کیسے انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے؟ ذلک بان الله الایة سے اس شبہ کا ازالہ کیا گیا - ان لوگوں سے ایسے سلوک روا رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے حق کے اظہار کے لئے ایسی کتاب اتاری جس نے کوئی بات مخفی نہیں چھوڑی - بلکہ تمام حقائق ظاہر کر کے دنیا کے سامنے رکھ دیتے - چاہیے تو یہ تھا کہ لوگ اس کے سامنے سر تسلیم خم کرتے - لیکن اس کے باوجود یہ لوگ محض ضد اور عناد کی وجہ سے کتمان حق جیسے جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں - ان لوگوں کی دین دشمنی کا سبب کوئی جہل اور ناواقفیت نہیں بلکہ ضمیر فروشی ہے - یہ ایسا بھیانک جرم

Scanned with CamScanner

ہے۔ جس کی ایسی ہی سخت سزا ہونی چاہیئے۔ ایک شخص انجام سے باخبر ہو کر جب کسی جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو یہ بڑی جرات ہوتی ہے۔ اس جرات کی سزا مثالی ہونی چاہیئے۔ تاکہ دوسروں کے لئے عبرت بن سکے۔

رائے حق

کسی شخص کی رائے
جو علم و معرفت میں تیرے مساوی ہو۔
تیرے حق میں تیرے سے اچھی ہوگی۔
وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ تیرے ہوائے
نفس سے خالی ہے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پیکر علم و عمل

حسین احمد۔ ناظم تعلیمات جامعہ عثمانیہ پشاور

یہ مارچ 2004ء کی ستائیسویں تاریخ تھی۔ اور مغرب کا وقت۔ میرے موبائل فون کی گھنٹی بجی۔

﴿السلام علیکم﴾

﴿وعلیکم السلام﴾ آپ مولانا حسین احمد صاحب ہیں؟ (غالباً مفتی جمیل خان صاحب بول رہے تھے)

﴿جی، میں حسین احمد ہوں﴾

﴿حضرت مفتی صاحب بات کریں گے۔﴾

اتنا کہہ کر انہوں نے موبائل کسی اور کو دے دیا۔

﴿مولوی حسین احمد تم کہاں ہو؟﴾ اس آواز اور انداز کے ساتھ تو برسوں سے میرے کان آشنا تھے۔

استاد محترم حضرت مفتی نظام الدین شامزئی صاحب بول رہے تھے۔

﴿جی حضرت السلام علیکم۔ میں مدرسے میں ہوں۔﴾

﴿مدرسے میں کہاں ہو؟ دو تین مرتبہ مدرسے ٹیلیفون کر کے تمہارا پتہ کیا تم نہیں ملے۔﴾

﴿جی میں حیات آباد گیا تھا۔ ابھی ابھی واپس لوٹا ہوں۔﴾

﴿اچھا میں تمہارے ہاں آنا چاہتا ہوں۔﴾

﴿حضرت آپ کہاں ہیں؟ میں آپ کو لینے آتا ہوں۔﴾

﴿نہیں میں آجاؤں گا۔﴾

﴿نہیں حضرت آپ بتا دیں۔ کہ کہاں ہیں۔ میں ابھی حاضر ہوتا ہوں۔﴾

﴿اچھا تو میں آرمی سٹیڈیم میں ہوں۔ کل مفتی جمیل خان صاحب کے ادارے کی یہاں تقریب ہو رہی ہے یہ لوگ تیاریوں میں لگے ہوئے ہیں۔ میں ان کے ساتھ ہوں۔﴾

میں گاڑی لیکر روانہ ہوا تو راستے میں دو مرتبہ پھر فون آیا۔ کہ جلدی آؤ۔ دیر کیوں کر رہے ہو۔ عرض کیا۔ رش میں پھنسا ہوا ہوں۔ پہنچ رہا ہوں۔

Scanned with CamScanner

آرمی سٹیڈیم پہنچا (اب عشاء کا وقت ہو چکا تھا) دو تین بلبوں کی ہلکی سی روشنی میں چار پانچ آدمی جلسہ گاہ کی تیاری میں مصروف تھے۔ سٹیج پر نیم اندھیرے میں مفتی جمیل خان صاحب کے ساتھ مجاہدین کے پشتیبان، امریکی جارحیت کے خلاف فتوی صادر کرنے والے، وقت کے آمر کے خلاف کھل کر بولنے والے اور باطل کی عیار اور ظالم آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکنے والے مفتی اعظم پاکستان شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی صاحب کھڑے تھے۔

رات کے اس اندھیرے میں مفتی صاحب یہاں کیوں کھڑے ہیں؟ کوئی محافظ کیوں نہیں؟ مفتی صاحب احتیاط کیوں نہیں کرتے؟ کیا جلسہ گاہ کی تیاری میں بھی مفتی صاحب کو لانا ضروری ہے؟ مفتی جمیل خان صاحب کو کیوں احساس نہیں؟ اس طرح کے کئی سوالات اور خیالات میں غلطاں سیڑھیاں چڑھ کر سٹیج پر پہنچا۔ جی میں آیا۔ کہ مفتی صاحب سے اس سلسلے میں بات کروں گا۔ مگر مفتی صاحب سے حفاظت کی تدابیر اختیار کرنے کی گفتگو بیکار تھی۔ سلام دعا اور بہت مختصر گفتگو کے بعد میں مفتی صاحب کو لیکر جامعہ عثمانیہ پہنچا۔ اگلی صبح کو درجہ تخصص و دورہ حدیث کے طلبہ کو حدیث کا درس دیا۔ فوقانی درجات کے طلبہ کے ساتھ اساتذہ کرام بھی شریک درس تھے۔ عصر کے وقت اقراء روضۃ الاطفال کی سالانہ تقریب میں شرکت کے لئے جاتے ہوئے میں نے مفتی صاحب سے عرض کیا۔ آپ کے خدام تو بہت ہیں۔ اگر پشاور میں خدمت کی سعادت سے مجھے نوازا کریں تو احسان ہوگا۔ فرمایا۔ مجھے یہاں بہت آرام ملا۔ خوشی ہوئی تم اگر تکلفات چھوڑ دو تو میں آیا کروں گا۔ عرض کیا۔ وعدہ ہے کہ تکلف نہیں کروں گا۔ فرمایا۔ پھر ضرور آؤں گا۔ مگر آپ پھر نہیں آسکے۔ تین ماہ بعد آپ شہادت کے رتبہ عظیم پر فائز ہوگئے یہ حضرت کے ساتھ میری آخری ملاقات تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

میں پریمیئر کامرس کالج ناظم آباد کراچی میں پڑھ رہا تھا۔ مفتی محمد اسلم صاحب اور مولانا منظور احمد الحسینی میرے لئے رحمت کے فرشتے ثابت ہوئے۔ ان کی ترغیب پر میں کالج چھوڑ کر مدرسے میں داخلے کے لئے تیار ہوا۔ مدارس اور مدارس کے نظام سے ناواقف تھا۔ مفتی محمد اسلم صاحب نے مفتی نظام الدین صاحب کے نام ایک خط لکھ کر جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی بھیجا۔

جامعہ پہنچا اور مفتی صاحب کا پتہ کیا۔ ایک کمرہ مجھے دور سے دکھایا گیا کہ مفتی صاحب اس میں تشریف فرما ہیں۔ اجازت لیکر اندر داخل ہوا۔ تین حضرات تشریف فرما تھے۔ میں نے جیب سے خط نکال کر بڑھا دیا تو ان میں سے ایک صاحب نے خط لیکر دوسرے کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا آپ کے نام مفتی اسلم صاحب کا خط ہے۔ تب معلوم ہوا۔ یہ ہیں مفتی نظام الدین۔ یہ میری حضرت مفتی صاحب سے پہلی ملاقات تھی۔ یہ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ فروری ۱۹۷۸ء کا واقعہ ہے۔ دراز قد سیاہ گھنی داڑھی۔ سر پر مسنون بال اور جالی دار سفید ٹوپی۔ دھیمی مگر شفقت بھری گفتگو اور دل موہ لینے والی شخصیت۔ دوسرے دو حضرات مولانا عبدالبر اور مولانا محمد نعیم تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سہ ماہی امتحانات ہو چکے تھے مگر مفتی صاحب کی سفارش سے نہ صرف میرا داخلہ درجہ اولی میں ہو گیا بلکہ کمال مہربانی سے متعلقہ اساتذہ کرام سے انہوں نے یہ بھی کہہ دیا کہ وہ مجھے گذرے اسباق بھی پڑھا دیں اور اللہ تعالی ان سب حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ انہوں نے بڑی توجہ اور محنت سے مجھ حقیر کو خصوصی طور پر وہ اسباق پڑھا بھی دیے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

میرا داخلہ درجہ اولی میں ہوا۔ اور مفتی صاحب کے اسباق فوقانی درجات اور دورہ حدیث میں تھے۔ اس لئے کوئی رابطہ نہ تھا۔ کبھی کبھار سامنا ہو جاتا تو سلام کرتا اور حضرت شفقت کے ساتھ حال احوال دریافت فرما لیتے۔ البتہ طلبہ اور اساتذہ کرام کا حضرت مفتی صاحب کے ساتھ انتہائی احترام کا تعلق دیکھ کر مفتی صاحب کی عظمت دل میں بیٹھ گئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

درجہ رابعہ کے بعد میرا خیال کراچی کے ایک اور مدرسے میں داخلہ لینے کا ہوا۔ جن شفیق اساتذہ نے مجھے ایسا کرنے سے روکا اور مادر علمی جامعہ فاروقیہ زادھا اللہ شرفاً ہی میں پڑھنے کا مشورہ دیا ان میں میرے محترم اساتذہ حضرت مولانا محمد یوسف افشانی صاحب، حضرت مولانا محمد یوسف کشمیری صاحب کے ساتھ حضرت مفتی صاحب بھی شامل تھے۔ اس کے بعد تو جامعہ فاروقیہ کے سوا کہیں اور

پڑھنے کا خیال بھی دل میں نہیں آیا- فجزاھم اللہ احسن الجزاء داخلے کی سفارش کے بعد یہ حضرت مفتی صاحب کا دوسرا احسان تھا-

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

درجہ سادسہ میں پہنچا تو حضرت مفتی صاحب سے توضیح تلویح اور الفوز الکبیر پڑھی- پھر طحاوی، صحیح مسلم، ترمذی جلد اول اور بخاری جلد ثانی کا کچھ حصہ پڑھنے کا شرف حاصل ہوا- کسی عالم کے علم کی گہرائی اور وسعت مطالعہ کا صحیح اندازہ تو کوئی عالم ہی کر سکتا ہے- میری حیثیت تو اب بھی طفل مکتب سے زیادہ نہیں- مگر مفتی صاحب کے پاس جب اسباق شروع ہوئے تو آپ کی علمی دھاک بھی میرے دل میں بیٹھ گئی- مفتی صاحب اوقات کے بڑے پابند تھے- ٹھیک وقت پر درسگاہ میں تشریف لاتے - بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر خود ہی عبارت پڑھتے - ترجمہ کرتے اور پھر تشریح شروع فرما دیتے - آپ کا سبق ایسا واضح اور دلنشین ہوتا - کہ غبی سے غبی طالب علم بھی محروم نہ رہتا - مغلق اور مشکل مقامات میں پیرایہ بیان بدل بدل کر سمجھاتے - یہاں تک کہ آپ کو اطمینان ہو جاتا کہ طلبہ سمجھ چکے ہیں- آپ کا سبق حشو اور زائد کلام سے پاک ہوتا - وہی بات ارشاد فرماتے جو سبق سے متعلق ہوتی - ایسا معلوم ہوتا کہ آپ ہر سبق کے لئے خوب تیاری فرماتے ہیں- سبق شروع کرتے وقت آپ کی آواز قدرے پست ہوتی لیکن بہت جلد آپ کا تبحر علمی جب جوش میں آتا تو آواز میں بھی تیزی آجاتی - اور ایسا معلوم ہوتا جیسے آپ بہت بڑے مجمع کو کوئی نہایت اہم بات سمجھاتے ہیں-

میں نے مفتی صاحب جیسا کثیر المطالعہ شخص آج تک نہیں دیکھا - آپ مطالعہ کے بغیر بیٹھ نہیں سکتے تھے- بیٹھنا تو درکنار میری طرح بہت سے لوگوں نے آپ کو پیدل چلتے ہوئے مطالعہ کرتے دیکھا ہوگا - یہ اس دور کی بات ہے- جب آپ جامعہ فاروقیہ میں پڑھاتے تھے- تدریس کے ساتھ ساتھ مسجد اقصیٰ مظفر آباد کالونی لانڈھی میں امامت وخطابت کے فرائض بھی انجام دیتے تھے- روز آپ کی آمد ورفت ہوتی بس سٹاپ سے مدرسے تک اور پھر مدرسے سے سٹاپ تک آنے جانے کے لئے آپ نے ایسے راستوں کا انتخاب کیا ہوا تھا - جن پر لوگوں کی آمد ورفت نسبتاً کم ہوتی - آپ آتے جاتے مطالعہ فرماتے - بس میں بیٹھنے کے لئے اگر سیٹ نہیں ملی تو بھی ایک ہاتھ سے کوئی سہارا لیکر

کھڑے ہیں - تو دوسرے ہاتھ میں کھلی ہوئی کتاب میں مطالعہ ہو رہا ہے- منزل کی طرف سفر بھی جاری ہے اور ساتھ ساتھ مطالعہ بھی - اسی شوق مطالعہ کی وجہ سے بقول استاد محترم مولانا عبدالمتین صاحب آپ کی پوری کی پوری تنخواہ کتب کی خریداری کی نذر ہو جاتی - پھر بھی کتب فروش کا کچھ بقایا رہتا - آپ کے جن دوستوں کو اس بات کا علم تھا - وہ آپ کی ضروریات کا خیال رکھا کرتے تھے- اس شوق مطالعہ میں اب بھی کوئی کمی نہیں آئی تھی - گذشتہ رمضان میں جب میرا کراچی کا سفر ہوا تو آپ کو گاڑی میں فرنٹ سیٹ پر بیٹھے مطالعہ میں مصروف دیکھ کر میں نے رفیق سفر مولانا ذاکر حسن نعمانی سے کہا کہ مفتی صاحب کی جان کو خطرات لاحق ہیں- لیکن شوق مطالعہ نے ان سب چیزوں سے بے نیاز کر کے ان کو مطالعے میں لگا دیا ہے-

مفتی صاحب کا کوئی خاندانی علمی پس منظر نہیں تھا - آپ کسی علمی خانوادے کے چشم و چراغ نہیں تھے- علمی ماحول میں آپ کی پرورش و پرداخت نہیں ہوئی تھی - ورثے میں کوئی کتب خانہ تو کیا کوئی کتاب بھی شاید ہی ملی ہو - وسائل نہیں تھے- لیکن سوات کے ایک پسماندہ گاؤں فاضل بیگ گڑھی کے نظام الدین مفتی اعظم پاکستان، شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر نظام الدین کیسے بنے؟ آپ نے علمی دنیا میں جو بلند مقام حاصل کیا تھا وہ آپ کی انتھک محنت کا نتیجہ تھا - جب آپ کا تعارف جامعہ فاروقیہ کے ایک مدرس ہی کا تھا - اس وقت استاد محترم مولانا عنایت اللہ شہیدؒ کی مردم شناس اور دور بین نگاہوں نے آپ کو پہچان لیا تھا - فرمایا کرتے تھے کہ دوسرے لوگوں کی طرح مفتی نظام الدین صاحب کے پاس وسائل نہیں- کسی خاندانی پس منظر کی وجہ سے تعارف نہیں کہ کچھ لکھیں، چھاپیں اور اپنی بات لوگوں تک پہنچائیں -- ورنہ یہ بڑے آدمی ہیں- استاد محترم کی بات کتنی صحیح ثابت ہوئی - دنیا نے دیکھ لیا-

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مفتی صاحب کا سب سے بڑا وصف تواضع وانکساری تھا - آپ کو اللہ نے بلند مقام عطا فرمایا تھا - علمی دنیا میں آپ کا ایک نام تھا - آپ مجاہدین کے امام تھے- سینکڑوں اداروں کے سرپرست تھے- کتاب کے استناد کے لئے اتنی بات کافی تھی - کہ اس کے ٹائٹل پر ﴿پسند فرمودہ مفتی نظام الدین﴾

شامزئی ﴾ لکھا ہو- ادارے کے بورڈ پر ﴿زیر سرپرستی مفتی نظام الدین شامزئی ﴾ لکھا ہونا ادارے کی کامیابی کی ضمانت تھا- لیکن اس کے باوجود آپ حد درجہ متواضع اور منکسر المزاج تھے- آپ کی نشست و برخاست، گفتگو اور تعلقات سے واقف لوگ اس بات کی گواہی دیں گے-

آپ نہایت حلیم الطبع تھے- غصہ آپ کے اندر نام کو نہ تھا- کوئی بات بہت ہی ناگوار گذرتی تو بھی اس کا اظہار نہ فرماتے- اپنے حاسدوں اور مخالفین کے ساتھ نہایت ہی خندہ پیشانی سے پیش آتے- کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچاتے- آپ سراپا خیر اور ﴿با دوستان تلطف با دشمان مدارا﴾ کی تصویر تھے-

جامعہ فاروقیہ کی تین سالہ تدریس کے بعد جب حضرت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم اور دوسرے اساتذہ کرام کی اجازت سے میں گاؤں چلا آیا تو اسلام آباد کے ایک ادارے کے مہتمم صاحب حضرت مفتی صاحب کو لیکر ہمارے گاؤں پہنچ گئے- وہ مجھے اپنے ادارے میں لے جانا چاہتے تھے- میں نے حضرت مفتی صاحب سے تنہائی میں عرض کیا- کہ آپ کا حکم ہو تو میں ان سے وعدہ کر لیتا ہوں- ورنہ میرا دل اس ادارے میں جانے کے لئے مطمئن نہیں- فرمایا- ﴿میں حکم بالکل نہیں دیتا- یہ صاحب مجھے لیکر آئے ہیں- تم سوچ لو- اگر علمی فائدہ اسلام آباد جانے میں ہو- تو چلے جاؤ ورنہ بعد میں ان سے معذرت کر لینا-﴾ میں نے ان صاحب سے معذرت کر لی اور مفتی صاحب نے اس کو ذرہ بھر محسوس نہ فرمایا- نہ ہی آپ کی شفقت میں کوئی کمی آئی-

آپ نہایت سخی اور فیاض تھے- اداروں، خاندانوں اور افراد کے ساتھ تعاون فرماتے- آپ کا تعاون صرف ﴿ادارہ تعاون اسلامی﴾ کی طرف سے نہ ہوتا- بلکہ آپ کی جیب خاص سے بہت سے لوگوں کے ساتھ تعاون ہوتا- بعض علماء کے ساتھ کتابوں کی طباعت میں مدد فرماتے- سفر میں جانے والے طلبہ کی مدد فرماتے- مجاہدین کے خاندانوں اور بہت سی بیواؤں اور یتیموں کا اللہ تعالی نے آپ کے توسط سے انتظام فرما دیا تھا- اپنے شاگردوں کو بعض اوقات بہت قیمتی تحائف سے نوازتے- یہ بھی سنا کہ اپنی جیب میں بعض اوقات کچھ نہ ہوتا تو قرض لیکر ضرورتمندوں کی ضرورت پوری فرماتے- آپ کی طبیعت میں اعتدال تھا- آپ کے فتاوی اس کے گواہ ہیں- انتہا پسندوں نے

آپ کے بعض فتاوی اور تحریرات پر بہت شور مچایا لیکن آپ نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی- حق کی طرف رجوع کرنے میں کوئی چیز آپ کے لئے مانع نہیں ہو سکتی تھی- اس سلسلے میں آپ کو بعض تلخ حالات اور واقعات سے بھی دوچار ہونا پڑا- مگر آپ کے پائے استقامت میں لغزش نہیں آئی-

کسی کے ساتھ اختلاف رائے ہوتا تو بہت ہی احسن انداز میں اس کا اظہار فرماتے- کہ کسی کو ناگوار نہ گذرتا- آپ نہایت درجے کے بامروت تھے- حدیث کے اسباق میں بعض شراح کی لکھی ہوئی باتوں سے آپ کی تحقیق مختلف ہوتی- تو شرح یا شارح کا نام لئے بغیر ارشاد فرماتے ﴿بعض شرحوں میں یہ لکھا ہے لیکن تحقیقی بات یوں ہے اور پھر اپنی تحقیق پر ایسے مضبوط دلائل اور حوالے دیتے- کہ طلبہ مطمئن ہو جاتے- آپ کے استحضار علمی کا حال یہ تھا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم کی تقریر مشکوۃ پر جب احقر نے ایک ساتھی کے ساتھ تخریج احادیث کا کام شروع کیا تو بعض اوقات حوالہ ڈھونڈنے میں بڑی مشکل پیش آتی- طلبہ کی ضبط کی ہوئی تقاریر تھیں- کتاب کوئی اور ہوتی اور طالب علم نے حوالہ کسی اور کتاب کا دیا ہوتا- ایسے میں ہم حضرت مفتی صاحب سے رجوع کرتے- تو کتاب، مطبع اور باب بتلا کر ہمیں حیران کر دیتے- اگرچہ بوجوہ یہ کام اس وقت نہ ہو سکا اور بہت جلد بند ہو گیا- تاہم اب دوسرے دوستوں کی محنت اور حضرت شیخ الحدیث صاحب برکاتہم کی نگرانی میں یہ بے نظیر شرح تخریج احادیث اور حوالوں کے ساتھ ﴿**نفحات التنقیح فی شرح مشکواۃ المصابیح**﴾ کے نام سے تین ضخیم جلدوں میں منظر عام پر آ گئی ہے-

مفتی صاحب رحمۃ اللہ کا ایک بڑا وصف یہ تھا کہ آپ کردار کے غازی تھے- آپ جو کچھ فرماتے اس پر عمل بھی کرتے- آپ کی سیاسی وابستگی جمعیۃ علماء اسلام کے ساتھ تھی- اور اس کی مرکزی شوری کے رکن تھے- آپ تو ایک شیخ الحدیث اور مفتی تھے- لیکن جب میدان عمل میں نکلنے کی ضرورت ہوتی تو آپ پیچھے نہ رہتے-

آپ نے افغانستان کے مجاہدین کی حمایت کی- تو بعض معرکوں میں ان کے ساتھ میدان جنگ میں بھی رہے- غالباً جب ہرات کی طرف طالبان پیش قدمی کر رہے تھے- تو آپ ان کے ساتھ تھے- آپ نے اپنے بیٹے کو بھی جہاد میں بھیجا اور وہ شمالی اتحاد کے لوگوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا- بڑی

Scanned with CamScanner

مشکل سے اس کی رہائی عمل میں آئی - آپ آخر دم تک مجاہدین کے پشتیبان رہے -

ملکی اور بین الاقوامی حالات پر آپ کی گہری نظر تھی - حالات کا بڑا حقیقت پسندانہ تجزیہ فرماتے - آج کل مسلمان حکمرانوں کی بے حسی، پوری دنیا میں مسلمانوں کی بے بسی اور فوجی آمروں کی بے حمیتی پر بڑے دل گرفتہ تھے - امریکی پالیسیوں کی تکمیل کے لئے پاک فوج کے وقار کو جس طرح داؤ پر لگایا جا رہا ہے - آپ اس پر بہت فکر مند تھے - لیکن آپ ناامید نہیں تھے - آپ کا حوصلہ بلند تھا - اور حالات میں تبدیلیوں کے لئے آپ میدان عمل میں بھی تھے - مفتی صاحب کی عظیم شخصیت کے مختلف گوشوں پر لکھا جاتا رہے گا - میرا شکستہ قلم ان کا احاطہ نہیں کر سکتا - مگر ایک ادنی شاگرد کی حیثیت سے چند سطور تحریر کر دی ہیں - مفتی صاحب رحمۃ اللہ کی شہادت پوری امت مسلمہ کے لئے عظیم سانحہ ہے - ان کی اولاد ہی نہیں پوری علمی دنیا یتیم ہوگئی ہے - تمام متعلقین اور پسماندگان تو ایک بہت بڑی کمی محسوس کر کے روتے رہیں گے - مگر ان کی زندگی کی طرح ان کی شہادت بھی قابل رشک ہے - انہوں نے پوری زندگی فقہ و حدیث کی خدمت کی - اور اسی راستے میں ان کی شہادت ہوئی -

۳۰ جون کی صبح اپنے گھر سے صحیح امام بخاری کا درس دینے جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کی طرف چلے - مسند حدیث پر پہنچنے سے پہلے اپنے رب کی بارگاہ میں پہنچ گئے - حدیث میں آتا ہے کہ حاجی احرام کی حالت میں دوران حج فوت ہوگا تو قیامت کے دن احرام کی حالت میں لبیک اللھم لبیک کہتا ہوا میدان حشر میں چلے گا - کیا بعید کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ روز قیامت خون سے رنگین لباس اور گولیوں سے چھلنی بدن کے ساتھ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہوئے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حوض کوثر پر پہنچیں اور ان ہی کلمات کا ورد کرتے ہوئے اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہوں - فرحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ -

بنا کر دند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

مفتی نظام الدین شامزئی کی شہادت اور بے مثال شخصیت

مفتی ذاکر حسن نعمانی

مفتی نظام الدین شامزئی کی اندوہناک شہادت پاکستان میں نہ نیا واقعہ ہے نہ انوکھا، اس لئے کہ اسی ملک میں ماضی قریب میں بلند پایہ کئی علمی شخصیتیں اور دنیاوی لحاظ سے کئی انتہائی قیمتیں جانیں ایسے الم ناک حادثات سے دوچار ہو چکی ہیں - یہ الگ بات ہے کہ ایسے دردناک اور ناگہانی حادثات فی نفسہ اور کئی مخلصین ملک وملت اسلامیہ کے لئے انتہائی افسوسناک واقعہ اور ناقابل تلافی نقصان ہوتا ہے - ایسی قیمتی جانوں کو جام شہادت نوش کرانے والے ملک وملت اسلامیہ کے خطرناک اور بدترین دشمن ہوتے ہیں - ایسے دشمنان ملک وملت کا صفایا اور ان کو ٹھکانے لگانا ملک وملت کے ہر باشعور اور مخلص افراد کا فریضہ بنتا ہے - خاص کر حاکمان وقت اس کے ذمہ دار ہوتے ہیں - حضورؐ کا ارشاد ہے - (کلکم راع و کلکم مسؤل عن رعیتہ) تم میں سے ہر ایک راعی ہے اور اس سے اپنی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا - حضورؐ کے سچے اور صحیح ورثاء تو علماء حق ہیں - جو پوری دنیا میں حضورؐ کے مقاصد اربعہ، تلاوت آیات - تعلیم کتاب، تعلیم حکمت (سنت) اور تزکیہ نفس کو آگے بڑھا رہے ہیں - اور قیامت تک اس مشن کو جاری رکھیں گے - جائز و ناجائز نیکی اور برائی کا فرق تو یہی حضرات واضح کرتے ہیں -

کفر و شرک، فسق و فجور، جہل و گمراہی بے حیائی اور برائیوں کے دلدل سے نکالنے والے یہی حضرات ہیں - ان کے بغیر تو دنیا میں اندھیرا چھا جائے گا - نیکی و برائی کی تمیز ختم ہو جائے گی - جن ممالک میں علماء و مبلغین نہیں ہیں یا کم ہیں، ان کی دینی حالت زار دیکھ لیں - وسط ایشیاء کی ریاستوں کو دیکھ لیں - یورپ کی بے حیائی اور بے راہ روی کو دیکھیں - علماء کی زندگی کو گل کرنے، راج نفس اور شیطان کے ہاتھ میں دینا ہے - علماء حضرات تو سب سے پرامن افراد ہوتے ہیں - معاشرہ کا فاسق و فاجر بھی

Scanned with CamScanner

اس وقت جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں شیخ الحدیث اور رئیس دارالافتاء والتخصص تھے۔ دونوں بڑے عظیم منصب ہیں۔ شیخ الحدیث بننے کے لئے فن حدیث میں مہارت ضروری ہوتی ہے۔ اور افتاء و تخصص کے لئے فقہ کی مہارت ضروری ہے۔ گویا موصوف حدیث وفقہ دونوں میدانوں کے زبردست شاہسوار تھے۔ دونوں میدانوں میں عظیم خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ دونوں میں کثیر و عظیم رجال کار پیدا کر چکے ہیں۔ ان کی ترمذی کی تقریر چھپ چکی ہے۔ ان کا فتاوی غالباً ابھی منظر عام پر نہیں آیا ہے۔ ویسے تو ہزاروں سوالات کے جوابات ان کے قلم سے نکل چکے ہیں۔ فقہ اور فتوی کا ایسا ہی میدان ہے۔ جس کا لوگوں کو نقد اور فوری فائدہ ملتا ہے۔ ہر جگہ اور ہر مجلس میں لوگ سوالات پوچھتے ہیں۔ اور یہ حضرات زبانی وتحریری جوابات دے کر تسلی فرماتے ہیں۔ روزنامہ جنگ میں حضرت مولانا یوسف لدھیانوی کی شہادت کے بعد مفتی صاحب باقاعدگی سے لوگوں کے سوالات کے مختصر اور جامع جوابات لکھتے تھے۔ قوم کی بدقسمتی تھی کہ وہ قیمتی اور مفید سلسلہ ختم ہوگیا۔ اللہ کرے روزنامہ جنگ کو ان کا کوئی نعم البدل مل جائے۔

مفتی صاحب کی عظیم شخصیت پر لوگوں کا اعتماد تھا۔ جس کی وجہ سے بہت سے مخلص افراد آپ کو واسطہ بنا کر مدارس کے ساتھ تعاون کرتے تھے۔ کار خیر کا یہ سلسلہ بھی ختم ہوگیا۔ بہت سے رفاہی اداروں اور ٹرسٹوں کی بھی سرپرستی فرماتے تھے۔ جہادی تنظیموں کی بھی سرپرستی فرماتے تھے۔ جہادی میدان میں آپ کے فتوی کی بڑی پذیرائی ہوتی تھی۔ جہاد افغانستان میں آپ نے اہم کردار ادا کیا۔ ہر قسم کی مدد کی ہے۔ آپ کا ایک بیٹا جنگی قیدی بھی بنا تھا۔ پھر رہا ہوگئے۔ آپ کے فتوی سے کفری دنیا اور کفر نواز دنیا میں ایک تہلکہ مچ جاتا تھا۔ حال ہی میں وانا کے اندر پاکستانی فوج کا القاعدہ کے خلاف فوجی آپریشن ہوا۔ جس میں کئی فوجی ہلاک ہوئے۔ آپ نے فتوی دیا کہ ان کا جنازہ نہ پڑھایا جائے۔ جس کا بعض کفر نواز دلوں پر بڑا اثر ہوا۔ اور آپریشن بھی متاثر ہوا۔ یہ فتوی پاکستانی فوجی آپریشن کے خلاف نہیں بلکہ پوری دنیا میں امریکی مشن کے خلاف تھا۔ ایسے نازک موقع پر فتوی بڑے دل گردے کا کام ہوتا ہے۔ لیکن آپ بڑے نڈر تھے۔ ویسے بھی علماء حق بڑے بے باک ہوتے ہیں۔ جان کی پرواہ نہیں کرتے۔ دین کی سرفرازی کو دیکھتے ہیں۔ دین کو بلند و بالا دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس

ان کی قدر کرتا ہے۔ لیکن شقی بدبخت اور ملک وملت کے دشمن عناصر ان کے قتل سے بھی گریز نہیں کرتے۔ علماء کے اخلاق سب سے اچھے ہوتے ہیں۔ ان کی شفقت بھی سب سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ بہت سے ایسے علماء کرام گزرے ہیں۔ جنہوں نے قاتلانہ حملہ میں بچنے کے بعد حملہ آور کو معاف کر دیا ہے۔ یہ کتنا بلند اخلاق ہے۔ ایسے پاک طینت اور بلند و بالا اخلاق وکردار افراد کا قاتل کوئی ازلی بدبخت ہی ہوسکتا ہے۔ اس امت میں علماء کرام کی مثال انبیاء بنی اسرائیل کی طرح ہے۔ جس طرح ایک زمانہ میں کئی کئی انبیاء کرام ہوتے تھے۔ لیکن بنی اسرائیل نے ہزاروں انبیاء کرام کو جام شہادت پلایا۔ امت محمدیہ کے علماء بھی پوری دنیا میں لاکھوں کی تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور لوگوں کی بے لوث دینی خدمت کر رہے ہیں۔ ان کی آمدن نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔ کوئی سرکاری یا غیر سرکاری مراعات ان کو حاصل نہیں ہوتیں۔ لیکن پھر بھی رضائے الہی کی خاطر دین کی خدمت کرتے ہیں۔ کسی دنیاوی غرض کے امیدوار نہیں ہوتے۔ پھر ایسے افراد کے درپے ہونا بدبختی کے ساتھ بے عقلی اور کم عقلی بھی ہے۔ کیا کوئی اپنے محسنین کو بھی قتل کرتا ہے؟ کوئی کسی کو ایک وقت کھانا کھلائے تو نظریں جھک جاتی ہیں۔ کھلانے والے کی بات کو ٹھکرانا مشکل ہو جاتا ہے۔ حالانکہ صرف ایک وقت کھانا کھلا کر احسان کیا ہے۔ پھر کیا بات ہے کہ جس کی طرف سے ایک پر نہیں بلکہ پوری ملت پر احسان ہوتا ہے۔ اس کی دل میں قدر نہیں اترتی۔ بلکہ الٹا اسکے ازار کے درپے ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی ایک ڈاکٹر کو قتل کرے تو لوگ اشتعال میں آجاتے ہیں کہ قوم کے محسن کو کیوں قتل کیا گیا۔ اگر کوئی فرد یا جماعت ماہر اسپیشلسٹ ڈاکٹروں کو آہستہ آہستہ قتل کرنا شروع کر دے تو پوری دنیا میں واویلا ہو جائے گا۔ حقوق انسانی کے نام سے تمام تنظیمیں حرکت میں آجائیں گی۔ کیونکہ ڈاکٹر معاشرہ کا معزز اور محسن ہے۔ لیکن عالم جب مرتا ہے تو صرف سوگ منانے کے علاوہ کوئی قدم نہیں اٹھایا جاتا۔ حالانکہ تمام دنیاوی کردار والے ڈاکٹر، انجینئر، سائنسدان، استاد، وکیل، جج، لوہار، ترکھان، ڈرائیور، کنڈیکٹر وغیرہ سب عالم کی طرف محتاج ہیں۔

مفتی نظام الدین شامزئی ان مخلص علماء ربانیین میں سے تھے۔ جنہوں نے اپنی زندگی ہر نازک موڑ پر بے خوف وخطر ہر وقت امت کی ڈولتی ہوئی کشتی کو گرداب سے نکالنے میں گزاری ہے۔

Scanned with CamScanner

مقدس مشن میں جان چلی جائے تو سستا سودا ہے- اسی لئے اسلام میں جہاد اور شہادت کا جذبہ اور تصور ہے- کہ اسلام کی سرفرازی اور سربلندی کے لئے وقت آئے تو جان کا نذرانہ دو- تصوف اور روحانی دنیا میں آپ کے جانے سے ایک عظیم خلا پیدا ہوا- آپ مولانا یوسف لدھیانوی شہیدؒ کے ماذون خلیفہ تھے- تصوف کا سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا- لیکن اس سلسلہ کی ایک سنہری کڑی ٹوٹ گئی- اس حلقہ کے مستفدین کا بڑا نقصان ہوا-

سب سے بڑا نقصان اور عظیم حادثہ اور مادر علمی جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کا ہے- احقر 86-1985ء میں بنوری ٹاؤن میں دورہ حدیث کا طالب علم تھا- اس وقت مسند حدیث پر مفتی اعظم شیخ الحدیث مولانا مفتی ولی حسنؒ اور شاہ انور شاہ محدث دارالعلوم دیوبند کے شاگرد مولانا محمد ادریس میرٹھی فائز تھے- مفتی صاحب غالبًا 1988ء میں نیو ٹاؤن درس کے لئے تشریف لائے- میرے دورہ حدیث کے سال آپ جامعہ فاروقیہ کے مایہ ناز مدرس تھے- آپ استاد المحدثین اور محدث وقت مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ کے خصوصی شاگرد تھے- مفتی صاحب میں اپنے عظیم استاد کی چھاپ نظر آتی تھی- حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب اگرچہ احقر کے استاد نہیں لیکن ان کے علم و فضل کی وجہ سے ان کی اساتذہ جیسی قدر دل میں موجود ہے- مولانا سلیم اللہ خان صاحب اپنے شاگرد کا تعارف دوست کہہ کر کرواتے ہیں- حضرت مفتی صاحب کی بھی یہی حالت اور کیفیت تھی- مفتی صاحب فی الحال مسند حدیث وفقہ پر فائز تھے- آپ کے جانے سے مادر علمی کو اور ان کے شاگردوں اور دیگر عزیز طلبہ کو بڑا نقصان پہنچا- اس عظیم ادارہ نے جو عظیم علمی و روحانی حادثات دیکھے ہیں- شاید چشم فلک نے بہت کم ایسے مناظر دیکھے ہوں- اللہ تعالی اس مدرسہ کو مفتی صاحب کا نعم البدل عطا فرمائے-

حضرت مفتی صاحب نے جام شور یونیورسٹی سندھ سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری بھی حاصل کی تھی- لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ بہت کم عمر میں داغ مفارقت دے گئے- زندہ ہوتے تو نہ جانے اور کیا کیا دینی کارنامے سرانجام دیتے- مفتی صاحب سے احقر کی ملاقات اور شناسائی حضرت مولانا حسین احمد صاحب، استاد حدیث و ناظم تعلیمات جامعہ عثمانیہ پشاور و سابق استاد جامعہ فاروقیہ کراچی

کے واسطے سے ہوئی- بڑے ہنس مکھ- عاجز طبع اور عظیم المرتبت انسان تھے- کوئی سوال پوچھا جاتا تو توجہ کے ساتھ سنتے اور جواب دیتے- ان کے گھر پر کئی مرتبہ کھانا کھایا- میرا اور مولانا حسین احمد صاحب کا جب کراچی جانا ہوتا تو ملاقات ہو جاتی- جب پتہ چلتا کہ حضرت مولانا حسین احمد صاحب آئے ہوئے ہیں تو فون پر ہی دعوت دیتے- جس دعوت کو رد کرنے کی گنجائش نہ ہوتی تھی- ہمارے ساتھ ہمارے میزبان انجینئر ذہین احمد خان اور میرے بھائی انجینئر محمد شعیب ہوتے تھے- دو مرتبہ مفتی صاحب کے گھر پر افطار اور کھانا کھایا- اور خوش قسمتی سے دونوں مرتبہ احقر نے نماز مغرب کی امامت ان کے گھر پر کرائی اور مفتی صاحب نے میرے پیچھے نماز پڑھی- جس کو میں سعادت اور سرمایہ نجات سمجھتا ہوں- احقر کو اسی طرح کی اور سعادتیں بھی نصیب ہوئی ہیں- 1985ء میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نے حضرت مولانا انوار الحق مدظلہ کے کوارٹر میں میرے پیچھے مغرب کی نماز پڑھی تھی- جو میرے لئے سعادت کے علاوہ یادگار اور قابل فخر لمحات ہیں جو بھولتے نہیں- بہرحال آئندہ کے لئے ان دل موہ لینے والی ملاقاتوں کا سلسلہ ختم ہو گیا-

شہادت سے کچھ عرصہ پہلے جامعہ عثمانیہ پشاور تشریف لائے- یہاں رات گزاری یہاں ملاقات ہوئی- دورہ حدیث کے طلبہ کو درس حدیث بھی دیا- جو ﴿العصر﴾ کے صفحات میں شائع ہو گیا ہے- علاوہ ازیں مفتی صاحب یورپ اور امریکہ کے اسفار بھی فرماتے تھے- آپ کی ان علمی و تبلیغی اسفار سے وہاں کے عوام و خواص مستفید ہوتے تھے- وہ حضرات بھی آخرت کی ملاقات کے تصور کے ساتھ جام صبر کے کڑوے گھونٹ پی رہے ہوں گے- سفاک قاتلوں نے کتنے شاگردوں، مریدوں، متعلقین اور خاص کر ان کی صلیبی اولاد اور بیوہ کو دکھ پہنچا کر تڑپایا اور رلایا- نیو ٹاؤن میں ایک بار پھر صف ماتم بچھا دی- میری تو دعا ہے کہ اللہ تمام متعلقین کو صبر و اجر جزیل عطا فرماوے- اور بے رحم سفاک قاتلوں کو موت سے پہلے دنیا میں رسوا کر کے نشان عبرت بنا دے- آئندہ سے انشاءاللہ مفتی صاحب کی قبر کی ہی زیارت ہوا کرے گی-

Scanned with CamScanner

حضرت شہیدؒ اور مسند حدیث

محمد فیصل چترالی
متعلم درجہ تخصص جامعہ عثمانیہ پشاور
فاضل بنوری ٹاؤن کراچی

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کومختلف صفات وکمالات سے نوازتے ہیں۔ پھرانہی صفات وکمالات کی وجہ سے بعض کوبعض پرفوقیت دیتے ہیں اور ممتاز کرتے ہیں لیکن بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ پاک ان کومختلف کمالات وصفات کا مجموعہ بناتے ہیں وہ ان صفات کی بدولت ہرمیدان میں مقبولیت حاصل کرتے اور ہرشعبہ کے افراد میں ہردلعزیزبن جاتے ہیں خداداد صلاحیتوں کوبروئے کار لاکرفردواحد ہونے کے باجودایک انجمن اورتحریک کی حیثیت اختیارکرتے ہیں اوریہ لوگ شاعر کے اس شعرکاصحیح مصداق بن جاتے ہیں۔

و لیس علی الله بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

حضرت شیخ الحدیث مفتی نظام الدین شامزئی شہید بھی انہی لوگوں میں سے تھے کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہرشعبہ کے افراد میں مقبولیت عطا فرمائی تھی اور حضرت شہیدؒ کو ہرخاص وعام عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔آپ نے اپنے علمی کمالات کی بدولت جس میدان میں بھی قدم رکھا۔ ہراول دستے میں شامل ہوگئے- سیاسی میدان میں قائدین میں شمار ہوتے تھےتو مجاہدین حضرتؒ کی سرپرستی پرفخرمحسوس کرتے تھے۔درس حدیث میں شیخ الحدیث کے منصب جلیلہ پررونق افروز تھےتو تصوف میں بھی آپ شیخ طریقت تھے۔یوں تھوڑے سے عرصے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت شہیدؒ کو وہ مقام عطا فرمایا جو بہت کم لوگوں کے حصے میں آیا کرتا ہے جس کا مشاہدہ آپ کی شہادت کے وقت ہوا کہ حضرت کی جدائی میں ہرآنکھ اشکبارتھی اورآپ کی شہادت کا غم ہرخاص وعام کے چہرے سے جھلکتا تھا۔یوں تو حضرتؒ نے اپنی پچاس سالہ زندگی میں دین کے ہرشعبہ میں قیادت کے فرائض انجام دیئے اور مسلمانان عالم کے اجتماعی مسائل کوحل کرنے کے لئے ہروقت کوشاں رہے لیکن علوم نبوت کی

ترویج واشاعت کواپنی زندگی کا سب سے اہم مقصد بنائے رکھا اورتشنگان علوم نبوت کی سیرابی کوتمام امور سے مقدم رکھا اور اس کو مرکزی حیثیت دی درس حدیث کے حوالے سے حضرت شہیدؒ کی چند خصوصیات ایسی تھیں جو بہت کم شیوخ میں پائی جاتی ہیں۔حضرت شہید کے درس حدیث کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ آپ زندگی کے دیگرامورکی طرح تدریس میں بھی وقت کی پابندی کا بہت خیال رکھتے تھے گھنٹی بجتے ہی آپ دارالحدیث کی طرف روانہ ہوجاتے اورعموماً دارالحدیث کے گیٹ پر دوسرے استاد کا سامنا کرتے۔حضرت مفتی صاحب درس کے دوران موضوع سے باہرایک لفظ بولنے کے بھی قائل نہیں تھے چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ ”میرے نزدیک اس فتنہ کے دور میں سب سے بڑا علامہ وہی ہے جورات کوخوب مطالعہ کرے اورصبح طلبہ کواچھی طرح سمجھائے“ اور پورے سال آپ کے اس طرز کا مشاہدہ رہا کہ بخاری شریف اور ترمذی شریف کے گھنٹوں میں حدیث کے علاوہ موضوعات پرکوئی ایک لفظ بھی آپ سے نہیں سنا گیا- باہر کی فضا جیسی بھی ہوحضرت مفتی صاحبؒ کے درس پراس کا کوئی اثرنہیں پڑتا اور یوں محسوس ہوتا کہ حضرت کو باہر کے حالات کا علم ہی نہیں۔آپ بخاری شریف (اوّل) اورترمذی شریف (اوّل) کی پوری عبارت خود پڑھ لیتے تھے پورے سال میں ایک آدھ دفعہ ایسا موقعہ آیا کہ حضرتؒ نے صحت کی ناسازی کی وجہ سے طالب علم سے عبارت پڑھوائی۔ اورساتھ ساتھ دونوں گھنٹوں میں باقاعدگی کے ساتھ تین سو سے زائد طلبہ کی حاضری بھی خود لیتے یہ تھوڑی سی محنت بھی طالب علم سے لینا گوارانہیں فرماتے-حضرت شہیدؒ کے درس کا انداز یوں ہوتا کہ پہلے حدیث شریف کی عبارت پڑھتے اورعبارت میں حضور ﷺ کے اسم مبارک پراس انداز سے سکتہ کرتے کہ آگے درود شریف میں طلبہ بھی آپ کے ساتھ شریک ہوتے گویا آپ کا یہ سکتہ طلبہ سے درود شریف پڑھنے کا مطالبہ ہوتا عبارت کے بعد حدیث شریف کا ترجمہ کرتے اورترتیب وارتشریح فرماتے۔تشریح کرتے ہوئے مختلف شروحات کا حوالہ بھی ذکرکرتے- حدیث کی تشریح کرتے ہوئے مختلف اقوال وتوجیہات ذکرکرنے کے بعد حضرت علامہ انورشاہ کشمیریؒ کا قول خصوصیت سے ذکر فرماتے-اہم اورمشکل مقامات پرپہلے سے تنبیہ کرکے توجہ دلاتے-ترمذی شریف کے درس میں ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے مذاہب اوران کے استدلالات تفصیل سے بیان فرماتے-اورآخر میں احناف

کی طرف سے ان کے استدلالات کی توجیہات بھی بیان کرتے۔مسائل بیان کرتے ہوئے ان کے مراجع کا حوالہ ضرور ذکر کرتے اور خصوصاً ان مسائل کا ذکر کرتے جو عوام میں مشہور ہوتے ہیں۔اور ان کی کوئی اصل نہیں ہوتی۔

حضرت مفتی صاحبؒ دوران درس ٹھہر ٹھہر کر بولنے کے عادی تھے۔جس کی وجہ سے آپ کے درس کو اکثر طلبہ نوٹ کرتے اور اب یہ تقاریر کتابی صورت اختیار کر کے منظر عام پر آچکی ہیں آپ کا یہ انداز درس بخاری شریف میں آدھے سال تک رہتا۔جبکہ ترمذی شریف میں سال کے ابتداء سے لیکر آخر تک رہتا۔اور اس میں کوئی خاص تبدیلی نہیں آتی۔البتہ سال کے آخر میں رات کے وقت بھی ترمذی شریف کا درس دیا کرتے تھے۔یہ حضرت مفتی شہیدؒ کے درس حدیث کا درس ایک انداز تھا جس کو آپ نے اپنی زندگی کا مقصد بنائے رکھا۔اور آخری دن بھی اسی عظیم مقصد کے ارادے سے نکل کر اپنے رب کے حضور جا پہنچے اور شہادت کی لاجواب موت پا کر ہمیشہ کیلئے زندہ جاوید ہوگئے۔آج آپ ہم میں موجود نہیں ہیں اور آپ کے وجود باسعود کے بغیر جامعہ بنوری ٹاؤن کے دارالحدیث کا تصور کر کے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔لیکن حق اور اہل حق کی فطرت ہی یہی ہے کہ دبانے سے دبتے نہیں بلکہ مزید ابھرتے ہیں اور نکھر کر سامنے آتے ہیں۔اور شہادت انقلاب کیلئے پیش خیمہ ہوا کرتی ہے۔دعا ہے کہ عظیم مقصد کیلئے سڑکوں پر بہنے والے خون سے رحمت حق جوش میں آئے اور اس خون ناحق کو انقلاب کا ذریعہ بنائے۔اور حضرت مفتی صاحبؒ کو درس حدیث کے ہر حرف کے بدلے کروڑوں جزائے خیر عطا فرمائیں اور حضرت کی شہادت کو قبول فرمائے۔

دیوانے گزر جائیں گے ہر منزل غم سے
حیرت سے زمانہ انہیں تکتا ہی رہے گا
آتی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

بہت سی خوبیاں تھیں جانیوالے میں

محمد فاروق غالب شریک دورۂ حدیث
جامعہ عثمانیہ پشاور

کسی انسان کو جاننا، جانچنا اور پہچاننا کوئی آسان کام نہیں۔ہم دن رات انسانوں میں رہتے ہیں ان کے میٹھے بول اور کڑوے جملے سنتے ہیں۔ان کے طور طریقے دیکھتے ہیں کبھی کبھی ان کی انفرادیت مختلف واقعات اور اسباب سے ہمارے سامنے عیاں بھی ہو جاتی ہے۔پھر بھی زاویہ نگاہ کی صحت کامل نہیں ہو سکتی۔یہ کام یوں اور بھی مشکل ہو جاتا ہے کہ ہر انسان کی انفرادی زندگی کچھ اور رنگ کی ہوتی ہے اور اجتماعی زندگی کچھ اور قسم کی۔لیکن جو لوگ انسانیت کے خادم، علم و معرفت کے پیاسے، صداقتوں کو ٹٹولنے اور حقیقتوں کو جاننے کیلئے بے چین رہتے ہیں۔ان کا تعارف از حد ضروری ہوتا ہے۔یہ بھی واضح رہے کہ کسی کی شخصیت پر کوئی قلم نہیں اٹھا سکتا جب تک اس شخصیت کو قریب سے نہ دیکھا جائے۔

مجھے حضرت مفتی نظام الدین شامزئی صاحب شہید سے اتنی قربت نصیب نہیں ہوئی پھر بھی عقیدت کے اظہار کیلئے چند الفاظ تحریر کیے۔خیال رہے کہ یہ تصویر نہیں خاکہ ہے۔خاکہ بھی نہیں بلکہ چند لکیریں ہیں۔

﴿دہشت گردوں کی فائرنگ سے مفتی نظام الدین شامزئی شہید﴾ یہ وہ خبر ہے جسکی وجہ سے کئی دل بے قرار اور بہت سی آنکھیں اشکبار ہوئیں۔اتوار ۳۰ مئی کے بعد سے لیکر تا ہنوز اس عظیم سانحے پر مختلف پہلوؤں سے مضامین اخبارات میں آتے رہتے ہیں۔اداریئے لکھے گئے۔تجزیئے کیے گئے۔انٹرویوز لئے گئے۔تبصرے منظر عام پر آگئے۔کوئی کہتا ہے حضرت مفتی صاحب شہیدؒ اتحاد امت کے دردمند داعی تھے۔کوئی کہتا ہے مفتی صاحب شہید تحفظ حرمین کے لئے فکر مند تھے۔کوئی کہتا ہے حضرت مفتی صاحب شہید ایک کہنہ مشق شیخ الحدیث تھے۔کوئی لکھتا ہے کہ مفتی صاحب بہترین فقیہ وقت تھے۔ہر ایک اپنے الفاظ میں اپنی عقیدت کا اظہار کرتا ہے۔درحقیقت حضرت مفتی نظام الدین شہید

Scanned with CamScanner

کہنہ مشق شیخ الحدیث،بہترین فقیہ وقت،نکتہ درس مفتی اورامت اتحاد کے دردمند داعی تھے۔

بہت سی خوبیاں تھیں جانے والے میں

نوائے وقت کے مشہور کالم نگار عرفان صدیقی صاحب نے حضرت مفتی صاحب کی ہمہ گیر شخصیت کا نقشہ کچھ یوں پیش کیا ہے کہ ''مفتی شامزئی ہمارے عہد کے بانکپن تھے۔وہ صاحب علم وعرفان بھی تھے ردینی علوم پر دسترس رکھنے والے عالم دین بھی-ان کی طبیعت میں مؤمنانہ گداز بھی تھا اورحق کی سربلندی کیلئے سرگرم جہاد ہونے کا مجاہدانہ جنون بھی،وہ روحانیت کی راہوں کے فقیر منش مسافر بھی تھے اور علم وتحقیق کی کٹھن منزلوں کے متلاشی بھی۔وہ دل میں اتر جانے والی تقریر اور ذہن وفکر کے دریچوں پر دستک دینے والی تحریر کا سلیقہ جانتے تھے-

کالم نگار آگے لکھتا ہے۔﴿کام سے کام رکھنے والے اس مرد جلیل وجمیل نے کبھی میڈیا کے ذریعے اپنی ذات کو اچھالنے اور اجالنے کی کوشش بھی نہیں کی۔وہ قلب حساس اور ذہن رسا رکھنے والے ایسے عالم حق وصداقت تھے کہ مصلحت کیشی اور حیلہ جوئی کو کبھی اپنے قریب پھٹکنے نہ دیا﴾

خیال رہے کہ یہ الفاظ دور سے دیکھنے والے محض ایک عقیدت منداورعلماء کے ایک شیدائی کے الفاظ ہیں جن لوگوں نے آپ کو قریب سے دیکھا ہوگا۔جنہوں نے آپؒ کے صبح وشام کی زندگی کا نظارہ کیا ہے۔جنہوں نے آپؒ کے سامنے ایک عرصہ شاگرد بن کر بیٹھنا کیا ہوگا۔ان کے تاثرات کیا ہونگے؟

۲۷صفر/۱۸اپریل کو حضرت مفتی صاحب کی جامعہ عثمانیہ پشاور تشریف آوری ہوئی دورہ حدیث اور درجہ تخصص کے طلبہ کو بخاری شریف کی اوّل حدیث کا درس دیا۔حضرت مفتی صاحب نے تقریباً چالیس منٹ بخاری شریف کی حدیث پر محدثانہ کلام کیا۔شاید ہی کوئی آنکھ تھی جو کتاب پر جھکی ہوئی ہو۔ورنہ تمام کے تمام حاضرین بسر وچشم حضرت مفتی نظام الدین شہیدؒ کے وجیہ شخصیت،آپکی فصیح گفتگو اور مدلل درس حدیث کی طرف متوجہ تھے۔حضرت مفتی صاحب نے درس دیتے ہوئے عربی شعر پڑھا اور فرمایا

وقد کانو اذا عدوا قلیلا   فقد صاروا اعز من القلیل

''جب علم کے شباب کا زمانہ تھا تو اس وقت اسکے ماہرین کو گنا جاتا تو بہت تھوڑی گنتی ہوتی تھی لیکن اب صورت حال یہ ہے کہ **فقد صاروا اعز من القلیل**'' دیکھا جائے تو حضرت مفتی صاحب کی سفر آخرت کے بعد یہ شعر ایک مرتبہ پھر حالات پر منطبق ہوتا ہے۔کہ علماء حق اور حضرت مفتی صاحبؒ جیسے یگانہ روزگار شخصیات پہلے بھی انتہائی قلیل تعداد میں تھے۔اب حضرت مفتی صاحبؒ نے جامۂ شہادت پہنتے ہوئے قلیل کو اقل میں تبدیل کر دیا چونکہ حضرت مفتی صاحبؒ کی یادیں ابھی تازہ تھیں۔اس کے ساتھ گفت وشنید اور اٹھک بیٹھک کے نقوش ابھی مٹے نہ تھے اسلئے جب آپؒ جب شہید کر دیے گئے تو ادھر ہمارے ''جامعہ عثمانیہ'' میں سالانہ تقریب یوم سرپرستان جاری تھی-جب ادھر شہادت کی اطلاع آئی اگرچہ ابھی باقاعدہ سٹیج سے شہادت کی خبر نہیں دی گئی تھی لیکن محفل اپنی رونق کھو بیٹھی-ایسا لگ رہا تھا کہ حضرت مفتی صاحب سینکڑوں میل دور نہیں بلکہ قریب ہی پشاور میں شہید کر دیے گئے۔اور وہ نظارہ بھی دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔جب باقاعدہ طور پر سٹیج سے شہادت کی خبر دی گئی۔سٹیج پر موجود کئی علماء اور زعمائے امت کی آنکھوں میں تیرتے ہوئے آنسو اوران کے چہروں پر موجود افسردگی ہر کسی کو محسوس ہو رہی تھی-سب کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔کہ امت مسلمہ کے سینہ میں ایک اور تیر آ گا۔عالم اسلام ایک اور شیخ الحدیث،فقیہ وقت اور مفکر اسلام سے محروم ہو گیا۔حضرت مفتی صاحب نے ہمارے ساتھ حیات مستعار کے چند لمحات گزارے تھے۔تقریباً چالیس یا پینتالیس منٹ پر محیط درس بخاری دیا تھا۔لیکن جب آپ کا ذکر چھڑ جاتا ہے یا اخبار میں ان کے تذکرے یا تصویر پر نظر پڑتی ہے تو مفتی صاحبؒ کی جدائی ہمیں دردفراق کی سوغات دیتی ہے۔ایسے موقع پر خیال آتا ہے۔کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا؟ جنہوں نے آپؒ کے ساتھ زندگی گزاری۔آپؒ کے صبح وشام کا قریب سے مشاہدہ کیا ہے پتہ نہیں آپؒ کے اہل خانہ پر کیا گزرا ہوگا؟ ان طلبہ کا غم بھی دیکھنے کا ہے۔جنہوں نے آپؒ کے دھیمے لہجے اورنرم گفتار میں موتیوں سے لبریز درس سالہا سال سنا ہے۔جنہوں نے ۳۰مئی کی صبح کو بھی زانوئے تلمذ تہہ کئے حضرت مفتی صاحبؒ کا انتظار کیا ہوگا۔کہ آپ آئیں گے۔حسب معمول مسند حدیث پر جلوہ افروز ہونگے اور پھر ﴿**قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم**﴾ کے شیریں زمزمے ہونگے۔بنوری ٹاؤن میں دورہ حدیث کے طلبہ اس انتظار میں بیٹھے

Scanned with CamScanner

تھے۔لیکن جامعہ بنوری ٹاؤن سے کچھ فاصلے پر چند بد بخت ایک اور قسم کے انتظار میں تھے۔وہ اس کا انتظار کر رہے تھے۔کہ کب مفتی صاحب نکلیں گے۔تاکہ ہم امت مسلمہ کو ایک عظیم انسان سے محروم کریں۔آخر کار حضرت مفتی نظام الدین شامزئی صاحب معمول کے مطابق حدیث کے موتیوں سے بھرے ہوئے سینے کیساتھ گھر سے نکل گئے۔اور جامعہ بنوری ٹاؤن کے مسند حدیث کو سجانے جا رہے تھے۔کہ سیاہ بختوں نے آپ کو شہید کیا۔پتہ نہیں وہ کس قسم کے لوگ تھے۔ان کے دل پتھر سے بھی زیادہ سخت تھے۔کہ حضرت مفتی صاحبؒ کے معصوم اور پرنور چہرے اور جسد پر گولیاں چلانے کیلئے ان کے ہاتھ کلاشکوف کے ٹرائیگر کی طرف بڑھ گئے۔

حضرت مفتی صاحبؒ کے عقیدت مندو!

انسانی جسم فانی ہے۔مگر انسانی فضائل کیلئے فنا نہیں بلکہ بقاء ہے موت کا حربہ اسی وقت تک کارگر ہے جب تک اسکی ضرب انسانی گوشت اور ہڈیوں پر ہے لیکن اگر خدا کی ڈھال آپ کے ہاتھ میں ہے تو آپ کو کوئی نہیں مار سکتا۔حضرت مفتی نظام الدین شامزئی صاحب اپنی عمر کے باون برس کے بعد بھی دربار غوش الہی میں زندہ ہے اور زندہ رہے گا. ولا تقولو المن يقتل فی سبيل الله امواتا الاية

هرگز نمیرد آنکه دلش زنده شد بعشق
ثبت است برجریده عالم دوام ما

دنیا سینکڑوں انقلابات وتغیرات سے اپنی صورت بدل ڈالے گی۔عین ممکن ہے کہ حضرت مفتی صاحب کے موجودہ تذکروں سے زبانیں خاموش ہو جائیں۔مگر ان کے کارنامے ہمیشہ زندہ رہیں گے انکی خدمات یاد رہیں گی۔کبھی فنا نہ ہونیوالی روح اسکو زندہ رکھے گی۔وہ خدا جس نے حضرت مفتی نظام شہیدؒ خون آلود جبین، اس کے عقیدت مندوں کا آہ و بکا، اس کے شاگردوں کی گریہ زاری اور اس جنازے کے شرکاء پر پولیس کی فائرنگ اور شیلنگ کو دیکھ رہا تھا۔دنیا کی ہر ہستی کو فنا کر دیگا۔مگر اپنے جانباز عاشق حضرت مفتی نظام الدین شامزئی شہید کے مشن کو ضرور آگے بڑھائے گا۔

یاد حیات

مولانا حسن جان صاحب

امام بخاری کے دیس میں چند روز

مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۹۹ء بروز منگل مطابق ۴ رمضان ۱۴۱۲ھ کو گھر، چارسدہ سے اطلاع ملی۔کہ اسلام آباد کے پی آئی اے کے ہیڈ آفس سے جنرل منیجر نے ازبکستان جانے کے لئے آپ کا پاسپورٹ اور چار عدد فوٹو مانگے ہیں، اور وزیر اعظم کی ہدایت پر آپ کا نام وفد میں شامل کیا گیا ہے۔ اس وقت میں پشاور ہشت نگری گیٹ میں حاجی محمود صاحب کی دکان پر کسی کام کے سلسلے میں بیٹھا تھا، میں نے خود اسلام آباد سے رابطہ قائم کرلیا۔جنرل منیجر صاحب سے معلوم ہوا کہ تاشقند اور اسلام آباد کے درمیان ہوائی سروس کی افتتاحی تقریب کی مناسبت سے آپ کا نام خصوصی ہدایات کے مطابق شامل کرلیا گیا ہے۔لہذا آپ آج ہی پاسپورٹ اور چار عدد تصاویر اسلام آباد پہنچا دیں۔تاکہ کل ویزا لگوائیں اور پرسوں بروز جمعرات مورخہ ۱۲ مارچ کو آپ پہلی پرواز میں وفد میں جا سکیں۔چنانچہ سوا بارہ بجے اسلام آباد روانہ ہوا۔اور مطلوبہ اشیاء حوالے کر دینے کے بعد گھر واپس پہنچا، پھر پروگرام کے مطابق بروز جمعرات مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۹۲ء اسلام آباد ائر پورٹ پہنچا اور سرکاری کاروائی کی تکمیل کے بعد اور ہوائی اڈہ پر افتتاحی تقریبات انجام پذیر ہونے پر تقریباً ساڑھے گیارہ بجے صبح کو اسلام آباد سے تاشقند کے لئے پہلی پرواز پر روانہ ہوگئی۔طے شدہ پروگرام کے مطابق ہر ہفتہ کو جمعرات کے دن اسلام آباد سے تاشقند کے لئے پی آئی اے کی دو طرفہ پرواز ہوگی اور تاشقند سے کراچی کے لئے ہر اتوار کو وہاں کی دو طرفہ پرواز ہوگی۔

سفر کے دوران عملہ کی طرف سے مختلف معلومات فراہم ہوتی رہیں۔ایک بج کر چالیس منٹ پر ظہر کے وقت تاشقند کے بین الاقوامی ہوائی اڈہ پر اترے۔استقبال کے لئے سرکاری لوگ اور رنگ برنگ لباسوں میں ثقافتی اور فن کار طائفے گلدستے لے کر انتظار میں کھڑے تھے۔ان کی سرکاری

تقریبات کے مطابق مختلف مظاہرے ہوئے۔ جو وفد کو محظوظ کر گئے اور انہوں نے ہم مہمانوں کو پھولوں کے گلدستے بھی پیش کئے۔ وہ اس نئے تعلقات کے قیام پر کافی خوش ہو رہے تھے۔ تاشقند کا ہوائی اڈہ بڑا وسیع اور جہازوں سے بھرا ہوا تھا۔ سنا ہے کہ یہاں ہوائی جہاز بنتے تھے اور جدائی اور آزادی کے بعد تقریباً تین سو سے زیادہ ہوائی جہاز ان کے ہاں باقی رہے۔

یہاں ہوائی اڈہ پر سرکاری تقریبات اور دوسری کاروائی کے مکمل ہو جانے پر ہم سیاحوں کے لئے مخصوص اور اعلیٰ قسم کی بسوں میں شہر کی طرف ازبکستان ہوٹل روانہ ہو گئے۔ یہ ہوٹل سرکاری مہمانوں اور سیاحوں کے لئے شہر کے درمیان ایک بلند مقام پر پندرہ منزل عمارت ہے۔ جو نئی طرز تعمیر اور آسائش اور ہر قسم کی سہولت اور حسن و جمال کا ایک خوبصورت شاہکار ہے۔ ہمارے اس وفد میں کافی ساتھی تھے۔ جن میں ۶ سینیٹرز، ۸ نیشنل اسمبلی کے ممبران اور صحافی ٹی وی ریڈیو کے نمائندے اور کچھ صنعتکار اور آفیسرز شامل تھے۔ ہر ایک کو مستقل کمرہ دیا گیا۔ چھٹی منزل پر میرا کمرہ نمبر ۶۲۲ اور فون نمبر ۳۲۰۹۱۹ رہا۔ ہر کمرہ ٹیلی فون، ٹی وی اور دیگر جملہ مروجہ ضروریات سے آراستہ تھا۔

تاشقند کی سیر

ہوٹل میں کچھ دیر آرام کے بعد تاشقند شہر کے نئے حصے دیکھنے کا پروگرام تھا۔ چنانچہ ساڑھے چار بجے سیاحت کی بسوں میں شہر دیکھنے کے لئے روانہ ہو گئے۔ کھلی سڑکیں، پٹرول اور بجلی سے چلنے والی بسیں، ٹرام اور زمین دوز بجلی سے چلنے والی ریل کاریں۔ رسی ساخت کی کاریں اور خاموشی سے گھومنے والے مرد عورتیں اور سٹاپوں پر انتظار کرنے والے مخصوص گرم لباسوں میں سرخ سفید چہرے نظر آرہے تھے۔ درخت پھل پھول سے لدے ہوئے تھے۔ ایک اسلامی مدرسہ دیکھا۔ جو سولہویں صدی عیسوی میں بن چکا ہے۔ جو پہلے بند رہا۔ اب کھول دیا گیا ہے۔ اس میں ایک جامع مسجد ہے۔ قرآنی آیات اور عربی تحریر جگہ جگہ کندہ ہیں۔ اور اب دوبارہ اس کی مرمت اور تزئین و آرائش شروع ہو گئی ہے۔ ہر سیاحت کی بس میں ایک ترجمان نوجوان عورت ہوتی ہے۔ جو انگریزی میں مختلف مقامات اور عمارتوں کی تاریخ، تعریف، حقیقت اور اہمیت بتلاتی رہتی ہے اور یہ سرکاری طور پر مقرر ہوتی ہے۔ رات کو ہوٹل میں افطاری کے بعد ۸ بجے سے ساڑھے دس بجے تک عشائیہ کا پروگرام رہا۔ جن

میں حکومت ازبکستان کے چند وزراء اور مسلمانوں کے مفتی اعظم مولانا محمد صادق اور دیگر معززین شہر اور ہمارے وفد کے ارکان شامل تھے۔ مجلس میں تقریریں، غزلیں اور فنکاروں کے مختلف مظاہرے اور ساحرانہ کرتب لوگوں کو محظوظ کرتے رہے اور ہم اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک طرف خاموش بیٹھے رہے۔

جمعۃ المبارک مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۹۲ء بمطابق ۷ رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ کو دوبارہ تاشقند شہر دیکھنے اور نماز جمعہ پڑھنے کے لئے پروگرام رہا۔ چنانچہ پرانے شہر میں ایک بڑی جامع مسجد دیکھی جو جامع طلائی کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے خطیب قاری الاستاذ عبدالشکور سے عربی میں گفتگو ہوئی۔ جو بخارا کے مدرسہ میں عربی اور پھر معہد اسلامی تاشقند کے فارغ التحصیل تھے۔ اور روانی کے ساتھ عربی بول سکتے تھے۔ اب یہاں اس جامع میں قائم شدہ مدرسہ تحفیظ القرآن میں پڑھاتے بھی ہیں۔ ان سے معلوم ہوا کہ تین سال سے تبلیغی حضرات آنا شروع ہو گئے۔ اور اب کافی لوگ اسلام میں دلچسپی لینے لگے ہیں۔ جامع طلائی سے باہر شمال میں ایک پرانی اور بہت اونچی عمارت واقع ہے جو ادارہ شئون دینیہ کے نام سے مشہور ہے۔ ہم اس میں بھی اندر گئے اور پرانی طرز تعمیر اور اونچی اور اعلیٰ قسم کی اس بلڈنگ پر حیرت زدہ ہو گئے۔ اب دوبارہ اس کی مرمت ہو رہی ہے۔ پھر مشرق کی جانب معہد اسلامی دیکھا اور اس میں لڑکیوں کے لئے معہد البنات بھی دیکھا۔ جہاں مسلمان لڑکیاں دینی تعلیم حاصل کرتی ہیں۔ ہمارے اندر جانے پر وہ ایک طرف پردہ میں ہو گئیں۔ اس عمل پر ہمیں بہت خوشی ہوئی۔ اس کے قریب اور باہر حضرت امام ابوبکر قفال شاشی کا مزار ہے۔ جو ایک عظیم عمارت اور گنبد میں واقع ہے۔ جو ایک عظیم حنفی، فقیہ اور مشہور بزرگ تھے۔

پھر کل والی جامع مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی۔ نمازیوں کا بڑا مجمع تھا۔ ہم بھی ہجوم کی بناء پر باہر کھڑے رہے۔ سڑکوں تک لوگ نماز میں مصروف تھے اور بعض مقامی اور سیاح لوگ نمازیوں کا تماشا دیکھتے رہے۔ قرات اور خطبہ لاؤڈ سپیکر پر ہوا۔ اور نماز کے بعد ایک قاری بہت خوش الحانی اور تجوید کے ساتھ تلاوت کرتا رہا۔ پھر نماز جمعہ کے بعد ہم فوراً دوبارہ نئے شہر کی سیر کے لئے نکلے۔ تاشقند کا مشہور عجائب گھر دیکھا جس میں جمہوریہ ازبکستان اور دیگر ریاستوں کے نوادرات نئی اور پرانی

Scanned with CamScanner

مصنوعات جیسے مختلف قسم کے قالین اور برطانیہ وغیرہ کے عیسائیوں، بادشاہوں، خواتین اور بچوں کی تصاویر ملبوس اور عریاں شکل میں موجود ہیں۔

پھر میوہ بازار میں گئے۔ جو بڑی عظیم الشان گنبد نما بلڈنگ میں واقع ہے جہاں پر ہر قسم کی ترکاری تازہ اور خشک میوہ گوشت وغیرہ نہایت ارزاں ملتا ہے۔ عام چیزیں سستی ہیں۔ چھوٹا گوشت ہمارے پاکستانی روپوں کے حساب سے ۱۵ روپے فی کلو ملتا ہے۔ پھر ڈالر بازار گئے۔ جو سرکاری مارکیٹ ہے اور یہاں باہر کا مال بکتا ہے۔خریداری ڈالروں سے ہوتی ہے یا روبل کے ساتھ کوپن بھی دینا پڑتا ہے۔بعض ساتھی چیزوں کی خرید وفروخت میں لگے رہے۔ مارکیٹیں بند جگہ میں ہوتی ہیں۔ سڑکوں کے کنارے تاشقند میں دکانیں نظر نہیں آتیں۔ البتہ بس سٹاپ کے پاس چھوٹے چھوٹے کیبن ہوتے ہیں۔ جہاں چائے اور دوسری مشروبات ملتی ہیں۔ دکانوں میں اور دیگر مقامات پر ملازمین اکثر عورتیں ہوتی ہیں، کوپن کے ساتھ چیزیں ارزاں ملتی ہیں۔

رات کو دوبارہ ہوٹل میں عشائیے کا پروگرام تھا۔مفتی ازبکستان مولانا محمد صادق بھی شریک ہوئے۔ ان کی خواہش تھی کہ آج رات تاشقند کی ایک بڑی جامع مسجد میں جو جامع زین الدین کے نام سے مشہور ہے۔ختم قرآن کی تقریب ہے۔ وہاں ہمارے ساتھ آپ جائیں۔ چنانچہ ان کی خواہش کے مطابق عشائیے کے بعد ان کی کار میں ان کے ساتھ جامع زین الدین گئے، ختم کے بعد عربی میں میرا بیان ہوا اور مفتی صاحب نے ازبکی زبان میں ترجمہ کیا۔ مفتی صاحب جمہوریہ عرب لیبیا میں تعلیم حاصل کر چکے ہیں اور مسلمانوں کے مذہبی امور کے مفتی ہیں، رمضان عیدین اور دیگر باتیں ان کے فتوی اور حکم کے مطابق انجام پذیر ہوتی ہیں۔ تراویح کے دوران، امام صاحب ہر چار رکعت کے بعد کسی سے با آواز بلند ﴿سبحان ذی الملکوت سبحان ذی الکبریا والعظمة والجبروت سبحان الذی هوحی لایموت الخ﴾ کا ذکر کراتے رہے۔

بخارا کا سفر

بروز ہفتہ مورخہ ۱۴ مارچ ۱۹۹۲ء کو صبح سپیشل چارٹر ہوائی جہاز سے ۹:۴۵ بجے بخارا کے لئے روانگی ہوئی۔ جو جمہوریہ ازبکستان کا قدیم شہر ہے اور اسلامی علوم وفنون کا مرکز رہا ہے۔ اور حضرت امام

بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا شہر اور درسگاہ ہے۔ یہ شہر تاشقند سے شمال مغرب کی طرف ۵۷۵ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ جہاز سے برف پوش پہاڑ اور پانی کی جھیلیں اور دیہات اور بڑے بڑے گاؤں، ... اور نہریں صاف صاف دیکھنے میں آتی ہیں۔تقریباً ایک گھنٹہ میں یعنی دس بجکر پینتالیس منٹ پر ہم بخارا پہنچ گئے۔ سیاحت کی مخصوص بسیں اور رہبر عورتیں اور دیگر لوگ انتظار میں کھڑے تھے۔ ہماری بس کے ڈرائیور کا نام نعیم اور رہبر عورت کا نام گل چہرہ تھا۔ جو دونوں مسلمان تھے۔ رہبر عورت پروگرام کے مطابق راستہ میں تعمیرات اور محلات کے نام بتلاتی رہی۔ فارسی بھی جانتی تھی کہنے لگی کہ

ثمرقند صیقل زمین است و بخارا مرکز قوت دین است ۔ کہنے لگی کہ ثمرقند کی مسلمان عورتیں نیم حجاب کرتی ہیں اور ان کے حسن میں بناوٹ ہے۔ جبکہ بخارا کی مسلمان عورتیں سروں پر رومال باندھتی ہیں اور ان کا حسن فطری ہے۔ میں نے فارسی میں پوچھا کہ بخارا کو بخارا کیوں کہتے ہیں؟ تو کہنے لگی کہ بخارا اصل میں وہ ﴿خارا﴾ ہے۔ جو قدیم سنسکرت لفظ دی گاراو یا تقارا سے ماخوذ ہے۔لب ولہجہ اور علاقے کے اثر سے بخارا بن گیا اور اس کا لفظی معنی معبد اور خانقاہ ہے۔ جو یہاں بخارا میں قدیم مشرکوں کا مرکز تھا اور یہاں اطراف واکناف سے لوگ آیا کرتے تھے۔ اس معبد کی جگہ آٹھویں صدی عیسوی میں مسجد بن گئی اور پھر وہاں ہم گئے اور اب بھی اس بتکدہ کی جگہ ایک پرانی مسجد ہے جو بارہویں صدی عیسوی میں بن چکی ہے۔

ہوائی اڈہ سے باہر ایک جامع مسجد ہے جو جامع مسجد بالائے حوض کے نام سے مشہور ہے اور اس میں لکڑی کے بنائے ہوئے منقش چالیس ستون ہیں۔ اور مسجد کے احاطے سے باہر قدیم بڑا منارہ ہے۔ یہاں جامع مسجد امیر بخارا، میر عالم بہادر کے حکم سے ۱۱۲۴ھ میں بنوائی گئی ہے۔ جو نقش ونگار کا حسین مرقع ہے۔ پہلے بند رکھی اب چند روز سے اس میں نمازیں شروع ہو گئیں ہیں۔ جامع مسجد سے قریب مغرب کی جانب امیر اسماعیل سامانائی مرحوم کا کونسل ہال دیکھا۔ جو ۱۹ویں صدی عیسویں میں بنا تھا۔

بخارا میں جہاں پر حضرت امام بخاریؒ درس حدیث دیا کرتے تھے۔ ایک بہت بڑا مدرسہ ہے مدرسہ میر عرب کے نام سے مشہور ہے۔ جو یمن کے ایک بزرگ صوفی شیبانی النسل نے بنایا تھا۔ اور

ان کا نام شیخ عبداللہ یمنی تھا- اور اب وہ اس مدرسے کے ایک کونے میں مدفون ہیں- اور ان کی نسبت سے یہ مدرسہ ﴿مدرسہ میر عرب﴾ کے نام سے مشہور ہے- اس مدرسہ میں تقریباً چار سو طالب علم درس کے مختلف ریاستوں کے مسلمان زیر تعلیم تھے- اور ۱۲۵ استاد تھے- ابتدائی مدرسہ ہے اور اس میں حفظ قرآن کا شعبہ بھی ہے- مدرسے کے مدیر کا نام صلاح الدین ہے- مدرسے کے بالمقابل مغرب کی جانب ایک بہت بڑی جامع مسجد ہے- جامع مسجد کے خطیب کا نام مولانا جان محمد تھا- نوجوان تھے اور عربی آسانی سے بول سکتے تھے- داڑھی منڈوائی ہوئی تھی- میں نے کہا کہ آپ اتنی بڑی جامع مسجد کے خطیب اور لوگوں کے مقتدار ہیں- آپ داڑھی کیوں منڈواتے ہیں؟ آپ داڑھی رکھیں تا کہ دوسرے مسلمان بھی رکھیں تو انہوں نے کہا کہ اس کے بعد میں نہیں داڑھی منڈواؤں گا- پھر انہوں نے جامع مسجد اور مدرسے کی پوری تاریخ اور روائیداد سنائی- ان کے بیان کے مطابق پہلے جمعۃ المبارک کی نماز میں تیس چالیس تک آدمی ہوتے تھے اور اب ہر جمعہ میں تین چار ہزار تک مسلمان جمع ہو جاتے ہیں- تیس سال پہلے پاکستان سے کچھ لوگ یہاں آئے تھے اور اب تبلیغ والے بھی آنے لگے ہیں- اور بخارا میں ان کا مرکز بھی ہے- بخارا میں ۸۰ فیصدی مسلمان اور باقی عیسائی یہودی روسی ہیں- یہودیوں کا ایک اور عیسائیوں کے دو گرجے ہیں- اب یہود اسرائیل منتقل ہونے لگے ہیں- یہ جامع مسجد اور مدرسہ شہر کے پرانے حصے میں واقع ہیں اور اس محلے کا نام طاقہ صرافان (محلّہ زرگران) ہے- جامع مسجد ۱۹ ویں صدی کی ہے آج کل اس کی مرمت ہو رہی ہے- جامع مسجد اور مدرسہ کے درمیان جنوب کی طرف مزار عبیداللہ خان بھی واقع ہے- جو بخارا کے امیر گزرے ہیں-

بخارا شہر کے قدیم حصہ میں مدرسہ الغ بیگ ہے جو پندرہویں صدی میں اور مدرسہ عبدالعزیز جو بارہویں صدی عیسوی میں قائم ہوا تھا، یہاں پر ایک پرانی مارکیٹ دیکھی- جو دکان عبداللہ خان کے نام سے مشہور ہے- شیعہ فرقے کا ایک مدرسہ بھی ہے- جو مدرسہ نادر دیوان بیگ کے نام سے پہچانا جاتا ہے اور اس صدر دروازے پر منقش تصاویر ہیں- ایک پرانی عظیم جامع مسجد بھی ہے- جو مسجد حوض سے مشہور ہے- اس شیعہ مدرسہ اور جامع لب حوض کے درمیان تفریح گاہ ہے- اور ایک بڑا تالاب اور نہر ہے- یہاں پر لوگ تفریح کے لئے آتے ہیں اور چیزیں خریدتے ہیں- یہاں پر ایک ازبکی معمر شخص

...بھی ہے جو گدھے پر سوار ہے اور اسلامی طرز کا سلام پیش کرتا ہے- بخارا کے جدید شہر میں ...ت ہوٹل میں ظہرانی اور نماز ظہر کے بعد بعض ساتھی بازار گئے- اور ہم چند ساتھی اپنی بس میں خواجہ ...بہاؤالدین نقشبندیؒ کی زیارت کے لئے ان کے گاؤں قصر عارفانہ روانہ ہو گئے- جو بخارا شہر سے ...کو میٹر کے فاصلے پر مشرق کی جانب واقع ہے راستے میں سڑک کی دونوں طرف مسلسل آبادی اور زرعی اراضی ہیں زمین کاشت شدہ ہے-

مقبرہ خواجہ بہاؤالدین

خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر چار دیواری کے اندر ہے- قبر باہر سے نظر نہیں آتی، صرف قبر کے اوپر قبہ نما پتھر نظر آتے ہیں- اور اندر جانے کے لئے چار دیواری میں کوئی راستہ بھی نہیں، چار دیواری سے باہر کافی بزرگوں کی قبور ہیں- اور ایک بڑا ہال اور برآمدہ ہے اور ساتھ ایک پرانی اور بڑی جامع مسجد ہے- جامع مسجد کے خطیب سے ملے، جن کا نام الحاج مختار عبداللہ تھا اور معمر شخص تھے عربی آسانی اور روانی سے بولتے تھے بخارا کے مدرسہ میر عرب سے فراغت کے بعد تاشقند کے معہد اسلامی میں پڑھ چکے تھے اور پھر شام کی کلیۃ الشریعۃ سے ڈگری لے چکے تھے- اور ۳۲ سال سے مدرسہ میر عرب میں استاد تھے- خطیب صاحب کے بیان کے مطابق، خواجہ صاحب کی جامع مسجد میں ڈھائی سال سے نمازیں شروع ہو گئیں جو پہلے بند رہیں- آپ نے کہا کہ جب یہاں کمیونسٹ آ گئے تو علماء اور دینداروں اور نیک مسلمانوں کو گھروں سے نکال کر گولیوں سے چھلنی کر دیا کرتے تھے- نکاح اور نماز جنازہ اور قرآن پڑھنے پر مکمل پابندی تھی- ہم رات کے وقت اور چھپ کے یہ دینی رسوم ادا کیا کرتے تھے- گھروں کے دروازوں پر پہرے دار کھڑا کیا کرتے تھے- اور رات نصف شب کو گھروں کے اندر قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے- پھر سٹالن کے آخری دور میں نکاح اور نماز جنازہ پر پابندی اٹھا دی گئی- پھر خروشچیف نے بھی کچھ آزادی دے دی- مگر دین اور قرآن مجید کی تعلیم پر مکمل پابندی رہی- مگر اس کے باوجود علماء کرام نے ہمت نہیں ہاری- وہ گھروں میں رات کے وقت قرآن مجید اور دینی تعلیمات پڑھانے کے لئے جایا کرتے تھے- الحمد للہ اب مساجد اور مدارس کھلنے لگے ہیں اور ان کی مرمت شروع ہو گئی ہے- خانقاہ کے احاطہ میں ایک حوض ہے جو حوض شربت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے-

خواجہ بہاؤالدین نقشبندی رحمۃ اللہ کے سرہانے دیوار سے باہر جو کتبہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے۔آپ کا اصل نام جلال الدین تھا اور آپ اس گاؤں ﴿قصر عارفانہ﴾ میں ماہ محرم ۷۱۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۹۱ھ میں وصال پائی ۔آپ کا نسب نامہ حضرت امام جعفر صادق سے جا کر ملتا ہے اور آپ نقشبندی طریق تصوف کے مؤسس ہیں ۔ بخارا شہر میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ عبدالعزیز الغ بیگ اور بادشاہ تیمور لنگ، افراسیاب اور سعید عالم خان جیسے مشہور زمانہ لوگ اور بادشاہ پیدا ہوئے ہیں۔

بخارا کی آبادی تقریباً تین لاکھ ہے۔اور قدیم شہر پرانے طرز کے ہیں۔جبکہ نیا شہر بہت بڑا اور وسیع علاقے اور پارکوں اور شاہراہوں کے درمیان واقع ہے۔پندرہ سولہ تک منزلوں پر ہوٹل، دفاتر مشتمل ہوتے ہیں۔باغات، درخت اور ہر طرف سبزہ شہر کے حسن و جمال اور رونق میں اضافہ کرتا ہے۔مارکیٹوں میں اکثر مرد عورتیں السلام علیکم کہتے ہوئے ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہیں۔پہلے برائے نام مسلمان تھے۔اب ان میں قرآن مجید کی تعلیم اور دین کی طرف رغبت اور نماز روزہ کی پابندی شروع ہوگئی ہے۔بخارا شریف سے ساڑھے چار بجے اسی دن عصر کے وقت ہوائی جہاز سے تاشقند کے لئے واپس روانہ ہوگئے اور ایک گھنٹہ میں تاشقند واپس پہنچ گئے۔

ثمر قند شہر باغ و بہار

بروز اتوار مورخہ ۱۵ مارچ ۱۹۹۲ء کو صبح ۹:۴۵ بجے سپیشل چارٹر جہاز سے تاشقند سے سمرقند کے لئے روانہ ہوگئے۔ساڑھے دس بجے سمرقند ائیر پورٹ پر اتر گئے۔تاشقند اور سمرقند کے درمیان ۲۵۵ کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔ہوائی جہاز سے برف پوش پہاڑ اور دریا نظر آتے ہیں۔اور باقی علاقہ پورا سرسبز، آباد اور دیہاتوں پر مشتمل نظر آتا رہا۔ثمر قند کے معنی ہیں میوہ اور شکر، یہ علاقہ باغات اور ہر قسم کے پھلوں کا مرکز ہے یہ شہر بھی بخارا کے روٹ پر شمال مغرب میں واقع ہے۔ثمر قند کی آبادی تقریباً چار لاکھ اور پرانی طرز تعمیر کا مجموعہ ہے۔یہاں پرانی اسلامی یادگاریں زیادہ ہیں اور سیاحت کا مرکز بھی یہی علاقہ ہے۔بخارا کی بہ نسبت زیادہ ترقی یافتہ ہے۔سیاحوں کی آمد و رفت اور باہر کے مرد و زن کی ٹولیاں دکھائی دیتی ہیں۔ثمر قند کا ہوائی اڈہ ہموار زمین پر ہے۔اور شہر جنوب کی طرف ٹیلوں پر نشیب و

فراز کی صورت میں پہاڑوں کے دامن میں واقع ہے۔پہاڑ برف سے ڈھکے ہوئے تھے اور شہر کی بعض گلیوں میں بھی برف پڑی ہوئی تھی۔شہر میں سب سے پرانی مسجد جو مسجد خضر کے نام سے مشہور ہے ایک چوک کے قریب ٹیلے پر واقع ہے۔یہ دسویں صدی عیسوی میں بن چکی ہے جو اب تک باقی ہے۔ایک دوسری پرانی جامع مسجد بھی ہے جو تیمور لنگ بادشاہ کی خوبصورت اور چہیتی بیوی نے بنوائی ہے۔اور اس کا نام ہے ﴿مسجد بی بی خانم﴾ مشہور ہے۔

مزار شہید زندہ کا مقبرہ دیکھنے کے لئے گئے جو شہر کی ایک طرف میں واقع ہے۔ہمارے ساتھ رہبر مسماۃ تسمیلہ کے بیان کے مطابق یہ شہید زندہ قاسم بن عباس کا مزار ہے۔جو یہاں فتوحات کے سلسلے میں آکر ۶۷۸ عیسوی میں شہید ہوگئے ہیں پھر تیمور لنگ بادشاہ کے پوتے نے گیارہویں سن عیسوی میں موجودہ مقبرہ ﴿مزار شریف﴾ اور اس کے اوپر گنبد تعمیر کرائے ہیں۔قبر باہر سے کھڑکیوں کے ذریعہ نظر آتی ہے۔ہمارے لئے کمرہ کھول دیا گیا تھا ہم اندر جا کر زیارت کر آئے۔مزار شریف کے قریب چھوٹی مسجد بھی ہے۔یہ پوری آبادی بند اور دروازوں اور گنبدوں کے اندر واقع ہے۔اس کے بالمقابل مغرب کی جانب بی بی خانم زوجہ تیمور لنگ کی قبر ہے۔جو ایک گنبد کے پیچھے واقع ہے۔اور دوسرے بزرگان دین علماء کرام اور سمرقند کے امیروں کی قبریں بھی ہیں۔باہر مقبرہ میں اکثر مالداروں کی قبریں لوہے کے پنجروں میں ہوتی ہیں اور بعض قبروں کے سرہانے کتبوں پر صاحب قبر کی رنگین تصویر بھی ہوتی ہے جو یہاں کا رواج ہے۔اب مزاروں کے قریب دو درسگاہیں بھی اب تک موجود ہیں۔جن میں ایک چودہویں صدی عیسوی اور دوسری اٹھارویں صدی عیسوی میں بن چکی ہیں۔جن میں اب درس نہیں ہو رہا۔

جاری ہے۔

Scanned with CamScanner

اخبار الجامعہ

ابو رضوان

تقریب یوم سرپرستان

یہ مبنی برحقیقت ہے کہ طلباء کے والدین اور سرپرستوں کا مدرسہ کے اساتذہ کرام اور انتظامیہ سے ہمہ وقت یا وقتاً فوقتاً رابطہ رکھنا اشد ضروری ہے- ان دونوں کے باہمی تعاون و مشورہ سے طالب علم کی اعلیٰ خداداد صلاحیت بروقت اجاگر ہوسکتی ہے- اور آئندہ کے لئے ارتقائی منازل کے ساتھ ساتھ مزید رونق اور نکھار آسکتی ہے- اس رابطہ کو عملی جامہ پہنانے کی خاطر سالانہ جامعہ عثمانیہ میں تقریب یوم سرپرستان منعقد ہوتی ہے-

حسب سابق امسال بھی مورخہ 30 جون 2004ء بروز اتوار یہ تقریب منعقد ہوئی-

تقریب کا آغاز صبح 8 بجے تلاوت کلام پاک سے ہوا- بعد ازاں تقریری مقابلہ میں حصہ لینے والے طلباء نے عربی، اردو، انگریزی اور پشتو میں تقریریں کیں- جن کے لئے درجہ ذیل تین ججوں کی تقرری کی گئی تھی- (۱) مولانا مفتی ذاکر حسن نعمانی صاحب (۲) مولانا محمد ادریس صاحب (۳) مولانا شمس الحق ایڈوکیٹ صاحب- تقریری مقابلہ کے اختتام کے بعد جامعہ عثمانیہ کے ناظم تعلیمات مولانا حسین احمد صاحب نے حاضرین مجلس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا-

میں آپ تمام مہمانان گرامی کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ آپ حضرات نے ہماری معمولی سی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے یہاں تشریف لائے- اور پورے اطمینان کے ساتھ طلباء کی تقاریر سن کر ان کی حوصلہ افزائی فرمائی- اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے- مدارس دینیہ کا سلسلہ جو باقاعدہ طور پر دارالعلوم دیوبند سے آرہا ہے- ان اداروں کا مقصد صرف لوگوں کو پڑھانا نہیں یا صرف الفاظ کی معنی شناسی نہیں بلکہ ان اداروں کا اصلی مقصد جو ان کی تاسیس کے وقت پیش نظر رہا ہے وہ ایسے رجال

کار پیدا کرنا ہے- جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت کی رہنمائی کا فریضہ ادا کریں- اور صحیح طریقہ پر آپ کی نیابت و وراثت کا حق ادا کریں- الحمد للہ ثم الحمد للہ یہ مدارس اپنے مقاصد کے حصول میں کامیاب آرہے ہیں-

جامعہ عثمانیہ ان ہی مدارس میں سے ایک مدرسہ ہے- اسی ادارے کا مقصد بھی یہی ہے کہ معاشرہ کے لئے ایسے رجال کار دیدیں جو دینی خدمت انجام دیں- آج سے گیارہ سال قبل آپ نے دیکھا ہوگا کہ یہاں 40 طلبہ اور دو استاذ تھے- یہ تعمیر اسی طرح نہیں تھی بلکہ ایک چھوٹی مسجد کے ساتھ پانچ خستہ حال کمرے تھے- جن کو ایک بیوہ نے اپنے خاوند کے ایصال ثواب کے لئے حضرت مفتی صاحب کے حوالے کیا تھا- اس کے بعد ابھی آپ دیکھتے ہیں کہ وہ مکان کیسے عالی شان جامعہ کی شکل میں آپ کے سامنے ہے- اور ۲۷ طلبہ کی تعداد اب ۶۰۰ سے متجاوز ہے- ۲ اساتذہ والا تدریسی عملہ اب ۲۹ تک پہنچ چکا ہے- آپ کو یہ بھی معلوم ہو کہ چراٹ روڈ پر برلب سڑک ایک طویل بقعہ اراضی جامعہ کے لئے وقف ہے- پہلے ۵۵ کنال پر مشتمل تھا اب مزید ۸ کنال زمین خریدی گئی ہے- اب وہاں ایک عالیشان مسجد ۶ کنال پر تعمیر ہو رہی ہے- جس کی بیسمنٹ تقریباً مکمل ہوگئی ہے- پہلے وہاں درجہ اعدادیہ اور متوسطہ تھے- اب وہاں بھی درس نظامی کا مکمل ارادہ ہے- درس نظامی دارالعلوم دیوبند کے طرز پر پڑھایا جانے والا نصاب ہے- وفاق المدارس عربیہ کے نصاب کمیٹی کے تحت معمولی تبدیلیاں کی جاتی رہتی ہیں لیکن اصل چیز اور خصوصیات اسی طرح باقی رکھی گئی ہیں-

جامعہ عثمانیہ کے دورہ حدیث سے فضلاء کی تین کھیپ فارغ ہوگئی ہے- اس سال بھی دورہ حدیث میں ۱۵ طلبہ پڑھ رہے ہیں- درس نظامی سے پہلے درجہ اعدادیہ اور متوسطہ رکھا گیا ہے- یہ ان طلباء کے لئے ہے جو میٹرک نہیں کر چکے ہوں- اور ان دو سالوں میں میٹرک کی استعداد کا حامل نصاب پڑھایا جاتا ہے- بلکہ استعداد اس سے بھی بہتر ہو جاتی ہے- اس میں انگریزی، اردو، ریاضی، جنرل سائنس اور معاشرتی علوم بہت اہتمام سے پڑھائے جاتے ہیں-

یہاں پر ایک شعبہ حفظ القرآن بھی ہے- اس میں ۵۶ طلبہ بھی شاخ میں پڑھتے ہیں- اور یہاں مرکز میں اساتذہ کرام کے بچوں کو حفظ پڑھایا جاتا ہے- ان کی کارکردگی بھی بہت اچھی ہے- اس

Scanned with CamScanner

کے ساتھ شعبہ افتاء بھی ہے۔حضرت مفتی صاحب اکوڑہ خٹک سے یہاں تشریف لا کر اس کا اجراء کرایا تھا۔صوبے اور ملک بھر کے مسائل حل کیے جاتے ہیں۔فراغت کے بعد مزید دو سال لگانا پڑتا ہے۔جس میں تخصص فی الفقہ والافتاء کرایا جاتا ہے۔جس کو عام زبان میں اسپلائزیشن کہتے ہیں۔اس میں فقہ،اصول فقہ،اصول افتاء،اصول تحقیق،تقابل ادیان،فتوی نویسی اور کمپیوٹر سکھایا جاتا ہے۔دوسرے سال میں تحقیق کے متعلق ایک خاص موضوع پر ان کو مقالہ دیا جاتا ہے۔جو خاص اہمیت رکھتا ہے۔

سابقہ سالوں میں بہت اچھے اور جدید موضوع پر تخصص والے طلباء نے مقالہ جات لکھے ہیں۔شعبہ درس نظامی نے ایک اور حوصلہ افزاء قدم اٹھایا ہے۔کہ درجہ خامسہ کو دو جماعتوں میں تقسیم کر کے ایک گروپ کو ﴿اسلام اور جدید معیشت﴾ کے موضوع پر کورس پڑھایا جاتا ہے۔اور دوسرے گروپ کو ﴿جدید علم الکلام﴾ کے موضوع پر نصاب پڑھایا جاتا ہے۔جامعہ میں خاصی اہمیت کا حامل شعبہ شعبہ بنات بھی ہے جو جامعہ کی تاسیس کے وقت اہداف میں شامل تھا۔چار سال قبل ایک خستہ حال مکان میں اس کی ابتداء ہوئی تھی۔اب ایک خوبصورت عمارت تیار ہو چکی ہے۔جس پر تقریباً 40 لاکھ سے زیادہ خرچہ آ چکا ہے۔اب پانچ درجات ہیں۔اگلے سال درجہ پنجم کی طالبات شعبہ بنات کی فارغ التحصیل طالبات شمار ہوں گی۔

اس کے علاوہ اس سال شعبہ تجوید کی کلاس کا اجراء کیا گیا ہے۔اس میں چار فضلاء داخل کر دیے گئے ہیں۔ابھی قرات حفص مکمل کر کے قرات سبعہ شروع کر چکے ہیں۔قرات حفص شعبہ بنات بھی 11 طالبات کی کلاس کو پڑھائی جا رہی ہے۔درجہ حفظ والوں کو بھی ہفتہ میں ایک دن پڑھائی جاتی ہے۔آپ حضرات کو معلوم ہوگا کہ اس شعبہ کے اجراء کی برکت سے پہلے مہینے جامعہ میں ایک محفل حسن قرات کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔جس میں جید قراء کرام نے شرکت کی۔

یہاں پر ایک شعبہ کمپیوٹر بھی ہے۔کمپیوٹر لیب میں 16 کمپیوٹر پڑے ہیں۔جو تخصص فی الافتاء کے شعبہ کے طلباء کو سکھایا جا رہا ہے۔اگر وسعت ملی تو مزید کا ارادہ ہے۔سامنے کونے میں جامعہ کا کتب خانہ ہے جو چار منزلوں پر مشتمل ہے۔جس میں 7 ہزار بڑی اہم اور قیمتی کتب رکھی گئی ہیں۔جس میں مزید 35 ہزار کتابوں کی گنجائش ہے۔جن سے ہمارے تخصص کے طلباء کے علاوہ دیگر طلباء

بھی استفادہ کرتے ہیں۔امید ہے کہ چند سالوں میں یہ کتب خانہ پشاور کے علمی،ادبی اور تحقیقی مراکز میں ایک اہم مقام حاصل کرے گا۔ایک اور اہمیت کا حامل شعبہ ماہنامہ ﴿العصر﴾ کا ہے جو جامعہ عثمانیہ کا ترجمان ہے۔اس میں محاسن القرآن اور دارالافتاء کے علاوہ نہایت اہم اور تحقیقی مضامین شائع کیے جاتے ہیں۔اس کے VIP نمبر بھی تین شائع ہو چکے ہیں۔دارالتصنیف کے حوالے سے وجوہ الکراورغیرہ چھپ چکے ہیں۔بہرحال مدارس دینیہ جو کام کر رہے ہیں۔اپنے مقاصد کی طرف رواں دواں ہیں۔علم وتحقیق،ترویج اسلام اور اصلاح معاشرہ کے ان جملہ کاوشوں کے باوجود لوگوں کی زبانیں مدارس کی طرف کھل جاتی ہیں۔اعتراضات کیے جاتے ہیں۔غیر اقوام کا تو کام ہی یہ ہے لیکن اپنے لوگ جب منہ کھول لیتے ہیں تو اس پر بڑا افسوس ہوتا ہے۔بدقسمتی سے ہمارے تمام حکمرانوں کو طول اقتدار کی لالچ میں یہی ٹاسک سونپا گیا۔اور تا حال سب کا کردار بڑا خطرناک رہا ہے۔حالانکہ مدارس دینیہ کا کردار آپ کے سامنے ہے۔دہشت گردی کے اڈوں کا علم تو کسی ایک کو ہوگا۔کہ کہاں کہاں ہیں۔لیکن کردار کشی کے اڈے سب کو معلوم ہیں۔مسلح شاگرد استاذ کے سامنے کہاں بیٹھا ہوتا ہے۔وہ تو کسی کو ابھی تک نظر نہیں آیا ہے۔لیکن جو لوگ معاشرے کی اصلاح ورہنمائی کا فکر کرتے ہیں۔اور ایسے لوگ جو اپنی اپنی ذات میں ایک انجمن سمیٹے ہوئے ہوتے ہیں۔بدقسمتی سے وہی لوگ دہشت گردی کا نشانہ بن جاتے ہیں۔آج استاذی واستاذ الصلحا شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزی صاحب کو جو ہمہ جہت خطاب کے مالک تھے۔آخر کیوں بے دردی سے گولیاں مار کر شہید کیا گیا۔بس اس لئے کہ وہ امت کے راہنما اور اتحاد کے خواہاں تھے۔

آج مدارس دینیہ کے خلاف ایک محاذ قائم ہو چکا ہے۔ایک پروپیگنڈا ہو رہا ہے جس کا ہم جواب نہیں دے سکتے۔اس لئے تمام مسلمانوں کا فرض بنتا ہے کہ مدارس کی حفاظت کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔اور مغرب کے پروپیگنڈے کی حقیقت کو سمجھیں۔مدارس کے ساتھ ملکر تعاون کر کے معاشرہ میں دین کی خدمت کے لئے ہر میدان میں رجال کار پیدا کرنے میں حتی المقدور کوشش کریں۔اللہ تعالی ہمیں یکجہتی کی توفیق عطا فرمائے۔مولانا حسین احمد صاحب کے خطاب کے بعد رئیس جامعہ حضرت مولانا مفتی غلام الرحمن صاحب مدظلہم نے حاضرین مجلس سے خطاب کرتے ہوئے حمد کے بعد

Scanned with CamScanner

فرمایا-

سامعین محترم! ہمارے لیے اور جامعہ کے لئے یہ لحہ باعث مسرت اور صد افتخار ہے- کہ اس وقت جامعہ کے اس اسٹیج پر ہمارے اکابر کی ایک کثیر تعداد موجود ہے- میرے شیخ، استاذ محترم، محدث کبیر حضرت مولانا حسن جان صاحب، میرے استاذ محترم شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا عبدالحلیم دیروی صاحب اور میرے مربی، استاذ مکرم اور جامعہ عثمانیہ کا عظیم سرمایہ شیخ الحدیث حضرت مولانا انوارالحق صاحب یہاں پر رونق افروز ہیں- اور اس محفل کی انفرادی اور امتیازی خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں میرے شیخ میرے استاذ شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب نوراللہ مرقدہ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا اشرف علی صاحب بھی تشریف فرما ہیں - نیز اس وقت اکابرین کا ایک نشان پورے ملک میں اہل علم اور اہل اللہ کا مرجع حضرت جندل بابا صاحب بھی ہماری نظروں کے سامنے اسٹیج پر تشریف فرما ہیں- اسی طرح دارالعلوم سہانپور کے ایک اور نشان جامعہ کے سرپرست اعلی حضرت مولانا حکیم لطف الرحمٰن صاحب بھی جو باوجود ضعف و بیماری کے ہم پر شفقت فرماتے ہوئے یہاں پر موجود ہیں- ان کے علاوہ نامور شیخ التفسیر قاضی عصمت اللہ بھی تشریف لا چکے ہیں- گویا یہ مجمع اور محفل ہمارے اکابرین اور نامور علماء کرام کی ہے- جس میں ہماری صرف شرکت خیر و برکت سے خالی نہیں، اور بڑے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو ایسی بابرکت محفل نصیب ہو جائے-

میرے پاس الفاظ نہیں کہ میں ان اکابرین کا شکریہ ادا کر سکوں - میں جتنا بھی شکریہ ادا کروں وہ کم ہے- میں دیگر مہمانان گرامی اور سرپرستان کا شکریہ ادا کروں گا جنہوں نے صبح 7.30 سے ابھی تک طلباء کی تقاریر سن کر تھک چکے ہوں گے - آپ حضرات کی پرخلوص شرکت اور پھر استقامت میرے لئے جامعہ کے اساتذہ کرام اور طلباء کے لئے ایک عظیم حوصلہ ہے- آپ نے طلباء کی انگریزی، اردو، عربی میں تقاریر سنیں، ان کی علمی صلاحیتوں کو جانچا - ان کی تعلیمی، تربیتی اور تنظیمی امور کے حوالے سے ان کی کارکردگی آپ کے سامنے آئی - اس حقیقت کے اظہار میں کوئی مبالغہ نہیں کر رہا ہوں کہ جامعہ عثمانیہ کی اپنی کوئی حیثیت نہیں سوائے اس کے کہ اس کی نسبت دارالعلوم حقانیہ سے ہے- آج جامعہ عثمانیہ کی رعنائی و تازگی میرے شیخ میرے مربی حضرت مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ کی

معصوم دعاؤں کی برکت سے ہے- جو رات کی تاریکیوں میں ہاتھ اٹھا کر دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء کے حق میں کہا کرتے تھے- بس یہی ایک نسبت ہے جس پر ہمارا فخر ہے- اور ہمارے لیے باعث عزت شرف ہے- ورنہ (من دانم که من آنم) ہم کیا ہماری حیثیت کیا- آپ کو معلوم ہے کہ جامعہ نوخیز ادارہ ہے- جس کے ابھی بارہ سال بھی پورے نہیں ہوئے ہیں- آپ کے سامنے طلباء نے علمی، ادبی، تحقیقی اور معلوماتی موضوعات میں امت مسلمہ کو درپیش سیاسی، معاشی اور معاشرتی مسائل پر بحث کیں- اس نوخیز ادارہ کی یہ کارکردگی ہے- تو جامعہ امدادالعلوم کی خدمات اور کارکردگی اس سے بڑھ کر ہوگی- جو کہ ایک عظیم شخصیت مولانا اشرف علیؒ کے خلیفہ اجل مولانا فقیر محمد اور مولانا اشرفؒ کے توجہات اور محنتوں کا ثمرہ ہے- اور دوسری طرف میرے استاذ حضرت مولانا حسن جان صاحب کے مساعی جمیلہ کا ایک مظہر ہے- سینکڑوں کی تعداد میں تلامذہ درس حدیث کا شرف حاصل کر رہے ہیں- یہ کتنا بڑا کارنامہ اور کتنی بڑی محنت کا ثمرہ ہے-

مادر علمی دارالعلوم حقانیہ کی ایک الگ شان ہے- جو کہ ایک عظیم دینی یونیورسٹی ہے- ملک کے ہر کونے سے طلباء وہاں تعلیم حاصل کر رہے ہیں- درس و تدریس، تصنیف و تالیف، افتاء و ارشاد، سیاست و خطابت، جہاد و تبلیغ غرض ہر میدان میں اس کے شہسوار موجود ہیں- دارالعلوم سرحد کو دیکھیں حضرت سید ایوب جان بنوریؒ کی برکات کا منبع ہے- علمی، اصلاحی اور تنظیمی امور میں اس کی کارکردگی سرفہرست ہے- میرا مقصد یہ ہے کہ اس چھوٹے مدرسے کی کارکردگی کو دیکھنے کے بعد آپ دیگر بڑے بڑے مدارس دینیہ کی اعلی کارکردگی کا اندازہ لگا سکتے ہیں- مجھے افسوس ہے کہ چند دن پہلے ہمارے ملک کے ایک ذمہ دار شخص نے ایک تقریب میں کسی بچے کی انگریزی تقریر سن کر بڑے دردمندانہ بلکہ تعصبانہ لہجے میں کہنے لگا - کاش اسلامی مدرسہ کا طالب علم بھی انگریزی میں یوں تقریر کر لیتا- تو کتنا اچھا ہوتا- میں دعوے سے کہتا ہوں کہ انگریزی ہمارا مضمون نہیں- ہمارا ہدف تو قرآن و حدیث کے علوم کو حاصل کرنا ہے- اگر ہم چاہیں تو ہمارا ہر طالب علم انگریزی میں تقریر کر سکتا ہے- اگر ہم مدارس میں عصری علوم کو زیادہ اہمیت دیدیں تو پھر ہمارے دینی مدارس اپنا اصلی کام چھوڑ دیں گے- جس طرح میڈیکل کالج میں ڈاکٹر اور انجنیئر نگ یونیورسٹی میں انجینئر بنتے ہیں- اسی طرح مدارس میں ماہر قرآن

Scanned with CamScanner

وحدیث بنتے ہیں۔اس کے باوجود ہماری کوشش ہے کہ جامعہ کے فضلاء کسی حدتک دینی علوم کے ساتھ ساتھ عصری علوم پر بھی دسترس حاصل کرتے جائیں۔

جس طرح مولانا حسین احمد صاحب نے وضاحت فرمائی۔ کہ ہم درجہ خامسہ میں اکنامکس اورعلم کلام جدید کے نام سے نئے مضمون کا اضافہ کیا ہے۔کمپیوٹر کا شعبہ بھی ہمارے پاس موجود ہے۔ اس کے باوجود بھی مدارس پر الزام لگانا حقیقت میں مدارس کی کارکردگی سے ناواقفیت کی وجہ ہے۔ ہمارے ملک کے ارباب اقتدار اور حکمران طبقہ صرف CIA یا دوسرے خفیہ ایجنسیوں کی رپورٹوں پر اعتماد کرتے ہیں جو بزعم خود یا غیروں کے اشاروں پر رپورٹ تیار کرتے ہیں۔ چنانچہ چند دنوں پہلے ایک اسٹریلوی اور ایک امریکن یہاں مدرسہ دیکھنے آئے۔ جب مدرسہ کے جملہ انتظامات دیکھے تو جاکر ایک اعلی سطحی اجلاس میں اقرار کیا کہ مدارس کے بارے میں ہم غلط فہمی کے شکار ہیں۔ یہ مدارس ہمارے، آپ کے، پورے ملک بلکہ ملت اسلامیہ کے خیر خواہ ہیں۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ صبح سے سخت گرمی میں ہمارے مدرسین آپ کے لئے استقبالیہ میں کھڑے ہیں۔ آپ کے بچوں کو بھی پڑھاتے ہیں اور آپ کی تواضع بھی کررہے ہیں۔ آپ کے جوتے اٹھانے کی جو کوشش کررہے ہیں یہ جامعہ کے اساتذہ حدیث ہیں۔ ہمارا مدرسہ ہمارا اسلام ہمیں اس اخلاق کا سبق دیتا ہے۔ میں دوبارہ آپ حضرات کا ایک بار پھر شکریہ ادا کررہا ہوں۔ اور اللہ تعالی ہم سب کو دنیا وآخرت کی کامیابیوں سے نوازے۔حضرت مفتی صاحب کے خطاب کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا حسن جان صاحب نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

سامعین محترم! اس وقت ہم اور آپ ایک دینی مدرسے کے چمنستان میں بیٹھے طلباء کرام کی حوصلہ افزائی کررہے ہیں۔ دنیا میں دو قسم کے علوم ہیں اور دو قسم کی اس کے لئے درسگاہیں ہیں۔اور ان کے دو قسم کے اغراض ہیں اور دو قسم کے لوگ ہیں جو اس کو حاصل کرنے والے ہیں۔ ایک علم سماوی ہے۔ جس کے لئے اللہ تعالی نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء بھیجے۔ اس کی ساری تفصیل 104 کتابوں اور صحائف میں موجود ہے۔ اس علم میں انسان سے بحث ہوتی ہے۔ انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ دیکر رب کائنات کا خلیفہ گردانا گیا ہے۔ یہ علم انسان کو اچھے عقیدے، اچھے اعمال اور

اچھے اخلاق کا درس دیتا ہے۔ یہ وہ پہلا علم ہے جو معیار انسانیت ہے۔

دوسرا علم وہ ہے جس کے بیان کے لئے نہ کوئی پیغمبر آیا نہ کوئی کتاب بھیجی گئی۔ بلکہ اس علم کو انسان کے عقل وتجربے پر چھوڑ دیا گیا۔ مثلاً طب، زراعت، انجینئرنگ وغیرہ اس میں شامل ہیں۔ اس کی ضرورت بھی اپنی جگہ مسلم ہے۔لیکن یہ علم انسان کے ظاہری ضروریات کے متعلق بحث کرتا ہے۔اس حوالہ سے انسان دوسرے جانوروں سے کسی طرح ممتاز نہیں ہوسکتا۔ اس علم میں بدن، پیٹ اور جلد کے تقاضوں کو پورا کیا جاتا ہے۔۔جس سے انسان ایک ترقی یافتہ حیوان کے علاوہ اور کچھ نہیں بن سکتا۔ اور یہ وہ علم ہے جس کو اللہ تعالی نے ہندو اور سکھ کو بھی دیا ہے۔ یہودی اور عیسائی کو بھی دیا ہے۔ چنانچہ ان علوم کے ماہر ڈارون کا کہنا ہے۔ کہ انسان ایک دم بریدہ بندر ہے۔ خارش اور پمپ کی وجہ سے اس کی دم کٹ گئی ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ اس کے اگلے پاؤں خارش کی وجہ سے کٹے نہیں بلکہ ہاتھ بن گئے۔ یہ سکول وکالج کے علوم کے ماہر کا کہنا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ آپ بندر کی اولاد ہونے پر فخر کرتے ہیں اور ہم حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہونے پر فخر کرتے ہیں۔ یہ علم انسان کی بحیثیت بندر اور حیوان ہونے کی خدمت کرتا ہے۔ مثلاً خوراک، مکان، صحت وغیرہ۔ ڈاکٹر آپ کو پیچش اور اسہال کی دوائی دیگا۔ زرعی ماہر آپ کو گندم، شلجم وغیرہ کی اقسام بتائے گا۔ انجینئر سڑک پل وغیرہ بنائے گا۔ یہ علم آپ کو یہ سوچ دیگا کہ انسان گدھے کی طرح ہے البتہ گدھا دوڑ سکتا ہے۔ یہ دوڑ نہیں سکتا۔ لہذا اس کے لئے موٹر سائیکل کی ضرورت ہے۔ انسان پرندہ کی طرح ہے لیکن اڑ نہیں سکتا۔ لہذا اسے جہاز کی ضرورت ہے۔ انسان بھینس کی طرح ہے۔ البتہ جلد اس کی کمزور ہے دھوپ کے لئے اس کو کپڑے کی ضرورت ہے۔

اس کے برعکس اسلامی علم انسان کو اشرف المخلوقات کے درجے میں رکھتا ہے۔ افسوس یہ ہے کہ ہمارے برسراقتدار طبقہ بھی یہی نعرہ لگاتا ہے۔ روٹی، کپڑا، مکان کسی کو بھی یہ سوچ نہیں ہے کہ عقیدہ علم اور مذہب بھی کوئی چیز ہیں۔ ہم دوسرے تمام اقوام عالم سے بحیثیت مذہب اور اسلام جدا ہیں۔ ورنہ خوراک، لباس اور مکان کی حیثیت سے ہم جدا نہیں ہیں۔ یہ سب کچھ ہم دینی مدارس میں دیکھتے ہیں۔ اگر مسلمان ہونے کا دعوی ہے تو مدارس کے وجود وضرورت سے انکار ممکن نہیں۔ اگر مدارس اور علماء نہ ہوتے تو مسلمان اور ہندو میں فرق نہ ہوتا۔ ہم اور آپ سکھ مذہب کے پیرو ہوتے۔ آج

Scanned with CamScanner

سکول و کالج اور مدارس میں اتنا فرق کیوں ہے کہ کالج کی اونچی بلڈنگ ہے- مدرسہ کی تعمیر خستہ حال ہے- وجہ یہ ہے کہ حکومت کی بھاری رقم صرف اس تعلیم پر خرچ ہو رہی ہے- پھر بھی ان کی نااہلی کی وجہ سے ہم پسماندہ ہیں- جدید ٹیکنالوجی پر یا معیشت پر پورے یورپ کا قبضہ ہے- دوسری طرف مدارس اہل خیر حضرات کی امداد پر چلتے ہیں- پھر بھی ان کی برکت سے پاکستان کو اسلام کا قلعہ کہا جاتا ہے- یہی وجہ ہے کہ آج دشمن مدارس کو مٹانے اور ختم کرنے پر تلا ہوا ہے- اس لئے غلط پروپیگنڈے اور الزامات لگائے جاتے ہیں- خدا کی قسم نہ فرعون ان کو ڈھا سکے گا- اور نہ نمرود کی چال چلے گی- مدارس سے الجھنا پہاڑ سے ٹکر لینا ہے- مدارس والے انبیاء کے وارث ہیں- یہ اگرچہ فقیر ہیں لیکن دین کی وجہ سے محفوظ ہیں- اللہ تعالی ان مدارس کی حفاظت فرمائے اور تا قیامت قائم و دوائم فرمائے- شیخ صاحب کے بیان کے بعد تقریری مقابلہ کے جج حضرات نے مقابلہ کا نتیجہ سنایا- اور مولانا شمس الحق صاحب نے جامعہ کے طلباء کی کارکردگی کو سراہتے ہوئے فرمایا- کہ ان مختلف زبانوں میں تقریر کرنا طلباء کی اعلی کارکردگی ہے- یہ سرپرست حضرات کے لئے خوشنودی ہے- جن طلباء نے عربی میں تقریریں کیں وہ بھی قابل تبریک ہیں- جنہوں نے اردو، پشتو اور انگریزی میں تقریریں کیں- انہوں نے بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی- تمام مقررین قابل ستائش ہیں- ان کی صلاحیتوں کو دیکھ کر مجھے شوق ہوا کہ میں اس میں داخلہ لے لوں- ان کے اعلان کے مطابق محمد بلال اردو میں پہلی پوزیشن، صلاح الدین انگریزی میں، محمد حسن عربی میں اور فہیم اللہ پشتو میں پوزیشن حاصل کیں- بعد ازاں گزشتہ سال پورے مدرسے میں اول، دوم اور سوم آنے والوں کو شیلڈز دے دیے گئے- انکے علاوہ گزشتہ چار نیم ماہی امتحان میں پوزیشن لینے والے طلباء میں بدست مہمان خصوصی انعامات تقسیم کئے گئے- تقریب حضرت سید محمود صاحب کی دعا کے ساتھ ڈھائی بجے اختتام پذیر ہوا- مورخہ ۱۳ جون کو جامعہ عثمانیہ شعبہ بنات میں یوم والدات کی تقریب منعقد ہوئی- طالبات کے مابین عربی، اردو اور پشتو میں تقریری مقابلہ ہوا- اس مقابلے میں اول، دوم اور سوم آنے والی طالبات کو انعامات دیے گئے- نیز گزشتہ سال پورے مدرسے میں اور چار نماہی امتحان میں اول، دوم اور سوم آنے والی طالبات کو شیلڈز اور انعامات بھی دیے گئے- آخر میں رئیس جامعہ حضرت مفتی غلام الرحمن صاحب کے بیان اور دعا سے تقریب اختتام پذیر ہوئی-

تبصرہ نگار: حافظ احسان الرحمن عثمانی-

کتاب کا نام: **معارف القرآن**

تالیف: حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینیؒ-

ناشر: قاضی محمد احمد الحسینی دار الارشاد اٹک شہر-

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کرہ ارض پر قرآن مجید فرقان حمید جیسی مخدوم کتاب کی ہمسری کسی دوسری کتاب کو نصیب نہیں ہوئی- کیونکہ جملہ علوم وفنون کا اصل سرچشمہ اور منبع کتاب اللہ ہی ہے- اور قول فیصل ہے کہ

جمیع العلوم فی القرآن
لکن تقاصرت عنہ افہام الرجال

اور کیوں نہیں ہوگا جس کا کلام کا متکلم حقیقی خود خالق کائنات اور سامع اول رحمت کائنات ہو اور نزول میں جبرائیل امین کا جیسا نمایاں کردار ہو- جس سے کتمان وتقطیع کا امکان بھی نہیں رہتا- تمام علوم کا مال اور منتہائے نظر کلام اللہ سے وابستگی اور اس کے جملہ علوم ومعارف رموز واسرار پر آگاہی ہے- اور اس مقصد کے لئے دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آج تک بے شمار تفاسیر منصۂ شہود پر آگئیں- جو کہ اب بھی علوم القرآن کی ناکافی کی صداء بلند کر رہی ہیں- شیوخ التفسیر اور علوم القرآن پر عبور رکھنے والے ہمارے اکثر حضرات سلف نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق حالات کے تناظر میں ان مذکورہ موضوع پر نہایت بسط وتفصیل سے کام کیا ہے-

زیر نظر کتاب معارف القرآن بھی اس سلسلے کی ایک احسن کڑی ہے- وقت کے عظیم مفسر امام الزاہدین حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی کے شاہکار تالیفات میں شامل ہے- جس طرح کہ نام

Scanned with CamScanner

توابل الادم

سولہ اجزاء کا مجموعہ

بنوں

سالن مصالحہ

مرچ سرخ، دھنیا، ہلدی، لہسن، میتھی، زیرہ، کالی، دارچینی، جلوتری، الائچی کلاں، اچورہ، انار دانہ، تیز پتہ، جائفل، لونگ اور ٹماٹر پاؤڈر

تیار کردہ:- حاجی مقبول الرحمٰن، شاقیاز خان

گل آباد کالونی للہ زاک روڈ پشاور - پاکستان

سے ظاہر ہے۔یقیناً اسم بامسمی کا واضح مصداق ہے۔اس جیسی نام پر دو معتبر تفاسیر اور بھی منظر عام پر موجود ہیں۔لیکن حضرت موصوف کے تبحر علمی اور قران فہمی کا ذوق معارف القرآن کے اوراق میں ہی ودیعت ہے۔جس کے ہر سطر میں معرفت علوم قرآنی کا راز مضمر ہے۔پوری قران کی تفسیر اگرچہ کتاب ھذا کا محور نہیں رہا لیکن متعلقات قرانی کی یکجائی دیگر منتشر صفحات سے عصر حاضر کا ایک محتاج الیہ اور تحقیق کے حامل موضوع ہے۔جس کے لئے معارف القرآن کا یہ گراں قدر سرمایہ (ما صغر حجمه وكبر علمه) کے سوا اور کچھ نہیں۔

ابتداء میں قرآنی مضامین کو تلخیص کی شکل میں لانا خصوصاً اصول تفسیر جو کہ یقیناً علم تفسیر کے لئے ایک سیڑھی کے بمنزلہ ہے، کی وضاحت قرآن وحدیث ہی کی روشنی میں بسط وتفصیل سے توجہ قاری بنا دیا ہے۔تفسیر کا تاریخی پس منظر جس میں پہلی صدی سے لیکر تا حال برصغیر کے نامور مفسرین متعدد تفاسیر کا ایک اجمالی خاکہ موجود ہے۔تدبر فی القرآن کا مقصود مع امثلہ بھی تفسیر ہذا کا ایک نقد ثمرہ ہے۔علاوہ ازیں ان تمام فاضلانہ تحقیق کے ہوتے ہوئے علم تفسیر کا ایک اہم حصہ اور نہایت توجہ کا مستحق موضوع مشکلات القرآن ہے۔جو کہ علماء کرام کے ہاں پیچیدگی کا باعث ہے۔حضرت والا نے ان کا حل ایک بے تکلف مگر انتہائی پر فہم لہجے میں دیگر معتبر تفاسیر کے حوالے سے اسہل بنا کر تیسیر کے عمل کا شاہکار بنا دیا ہے۔جو کہ ایک گراں قدر علمی عطیہ ہے۔اور آخر میں قرآنی علوم کے افہام وتفہیم کے بعض اہم پہلو حفظ کلام اللہ کے لئے ایک خاص تدبیر بھی زینت کتاب ہے۔

حق تعالی مقبولیت عامہ سے نوازے اور حضرت مولف کے لئے اپنی مرقد میں توجہات ربانی کا ذریعہ اور وسیلہ ثابت فرمائے۔

قلم

علم ایک نور ہے۔اور قلم اسکی خاموش آواز ہے۔

امام مالکؒ

Scanned with CamScanner

Regd. No.P-402 Monthly **AL-ASR** Peshawar.

جامعہ عثمانیہ پشاور

Jamia USMANIA Peshawar

منافع بخش کاروبار میں شرکت کی دعوت!

یایہا الذین امنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم (الصف/۱۰)

اے ایمان والو۔ میں بتلاؤں تم کو ایسی سوداگری جو بچائے تم کو ایک دردناک عذاب سے

کیا آپ چاہتے ہیں؟ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے یقیناً چاہتے ہوں گے کہ آپ کی حلا
آمدنی دنیا و آخرت میں آپ کی بھلائی کا ذریعہ بنے تو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا پرخلوص جذ
اپناتے ہوئے قرب و جوار میں غرباء، فقراء، یتیم بچوں کا سہارا بنیں اور دین کے کاموں خصو
مدارس عربیہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا مال دین سیکھنے والوں پر خرچ کریں۔

اس سلسلہ میں **جامعہ عثمانیہ پشاور** ہو لیں جس کے تعلیمی سال نمبر 2
(۲۵-۱۴۲۴ھ) کا سالانہ تخمینی بجٹ 50, 5,003 (پچاس لاکھ پچھتر ہزار تین
روپے)۔ جس میں تین لاکھ روپے کتب و تفسیر کی خریداری اور تقریباً 15,95,196 رو
تعمیرات کے لئے ہیں۔ آپ کی زکوۃ و عطیات اور چرم قربانی کا بہترین مصرف

جامعہ عثمانیہ پشاور کو ہمیشہ کے لئے توجہات کی فہرست میں رکھیں۔

اکاؤنٹ نمبر 716-0 یونائیٹڈ بنک سنہری مسجد روڈ پشاور صدر	فارن کرنسی اکاؤنٹ 60035-3 حبیب بنک ارباب روڈ پشاور صدر صوبہ سرحد پاکستان

آپ کا خیر اندیش
مفتی غلام الرحم